سب سے منفرد اور کثیر الاشاعت ● خواتین اسلام کا پسندیدہ رسالہ

ماہنامہ

بناتِ عائشہ

کراچی

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

304

ایک دعوت

رمضان الکریم

ماہِ قرآن، رمضان المبارک کی مناسبت سے خصوصی پیش کش

قرآن مجید کی روشنی میں کامیاب زندگی کے سنہرے اصول

جس کا مطالعہ مردہ دلوں میں نورِ ایمان بھر دے گا

ماہنامہ

بناتِ عائشہ کراچی

جلد ۲۶ شمارہ ۰۹

رمضان ۱۴۴۷ھ مارچ 2026ء

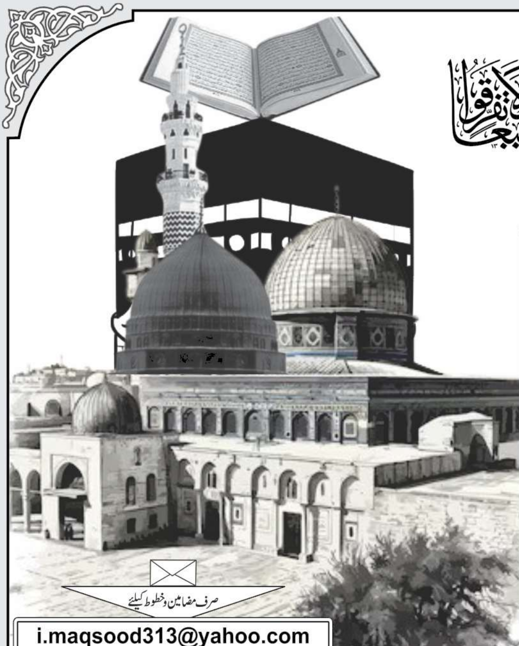

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

زرتعاون فی شمارہ

120/= روپے

سالانہ تعاون

پاکستان ____ ۱۴۴۰ روپے

یورپ ____ ۴۰ ڈالر

امریکہ/افریقہ ____ ۶۰ ڈالر

عرب ممالک ____ ۳۵ ڈالر

بھارت ____ ۳۰ ڈالر

صرف مضامین وخطوط کیلئے

i.maqsood313@yahoo.com

ترسیل اور حصول رسالہ کیلئے: مکتبہ ابن مبارکؒ ۳۷ حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

پبلشر حافظ طاہر حمید پرنٹر رئیس الرحمٰن الجنت پرنٹنگ پریس کراچی مقام اشاعت ۱۲ ڈاڈی مینشن ریگل چوک کراچی

نیکی کی راہوں پر بناتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہم قدم بن جائیں

الحمدللہ !

✩...... ماہنامہ ''بناتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' کی مسلسل اشاعت کا **25** واں سال چل رہا ہے۔

✩...... ماہنامہ ''بناتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' ہر اسلامی مہینے کے آغاز میں آپ تک خوبصورت اور دل نشین انداز میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت' حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور دینِ اسلام کی تعلیمات کا پیغام پہنچاتا ہے۔

✩...... ماہنامہ ''بناتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' راہِ حق کے فدائیوں' اسلام کے جانثاروں اور دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی آواز آپ تک پہنچاتا ہے۔

✩...... ماہنامہ ''بناتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' کے صفحات پر آپ تفسیر قرآن' احادیث نبوی' دینی مسائل' عبرت و نصیحت پر مبنی واقعات اور شرم وحیاء کے جذبات' سب کچھ انتہائی مستند' دلچسپ اور موثر شکل میں پڑھ سکتی ہیں۔

✩...... ماہنامہ ''بناتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' ہر باطل کے خلاف ایک بے لوث، رضا کار اور ہر فسق و فجور کے مقابلے میں ایک نڈر سپاہی کا کردار ادا کرتا ہے۔ یہ لادینی اور بے حیائی کے دور میں مسلمان بہنوں کی حفاظت کا مضبوط قلعہ ہے۔

✩...... ماہنامہ ''بناتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' ہر مسلمان گھرانے کی لازمی ضرورت اور ہر مسلم فرد کیلئے انتہائی مفید ہے۔

❋ ماہنامہ ''بناتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' خود پڑھیں۔

❋ دوسروں کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دیں اور اپنے حلقۂ احباب میں بطور تحفہ اسے پیش کریں۔

❋ یقیناً یہ ایک عظیم دینی دعوت اور بہت بڑی سعادت ہوگی

اگر آپ ماہنامہ ''بناتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' کے پیغام سے متفق اور اس کے اسلوب سے مطمئن ہیں تو......آئیں! آگے بڑھیں اور اس کو ہر مسلمان گھرانے تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیں۔

حمد باری تعالیٰ

یہ سمندر کا طلاتم، اور دریاؤں کا شور
آبشاروں کا ترنّم، یہ خُنک باد صبا
اے خدائے لم یزل، اے مالک عرض و سمأ
یہ مہکتے پھول، باغوں میں چہکتی بُلبُلیں
کیف میں ڈوبے ہوئے موروں کا رقص دلرُبا
اے خدائے لم یزل، اے مالک عرض و سمأ
یہ سبھی کُچھ اصل میں تصبیح ہے تیرے نام کی
کر رہے ہیں در حقیقت سب تیری حمد و ثنا
اے خدائے لم یزل، اے مالک عرض و سمأ
بزم توحید و رسالت میں ہے ربّ عزّ و جل
تیرا ورد و ذکر اور نعت محمّد مصطفٰی
اے خدائے لم یزل، اے مالک عرض و سمأ

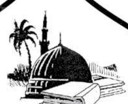

ہدیہ عقیدت بحضور سرورِ کائنات ﷺ

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہوسگان مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مجھ کو مدینہ کے مور و مار
اڑا کے باد میری مشت خاک کو پس مرگ
کرے حضور کے روضے کے آس پاس نثار
ولے یہ رتبہ کہاں مشت خاک قاسم کا
کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار
بس اب درود پڑھ اس پر اور اس کی آل پہ تو
جو خوش ہوں تجھ سے وہ اور اس کی عترتِ اطہار
الٰہی اس پر اور اس کی تمام آل پر بھیج
وہ رحمتیں کہ عدد کر سکے نہ ان کا شمار

اس شمارے میں

اداریہ — محمد منصور احمد — 10

ایک دعوت — امیر المجاہدین مولانا محمد مسعود ازہر — 15

مختصر تاریخ اسلام — محمد منصور احمد — 23

قرآن مجید کی روشنی میں کامیاب زندگی کے سنہرے اصول

جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں — 35

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا — 37

نہ جانے محبت کس دل میں ہے — 38

اپنے علم پر غرور نہ کریں! — 39

برے حالات، اچھے حالات کی تمہید ہیں — 40

تعلقات ختم کرنے کا بہترین طریقہ — 41

ایک اہم نصیحت — 42

نصیحت کا صحیح مقصد — 43

اس وفد میں ضرور شامل ہوں — 44

اللہ تعالیٰ پر یقین ... عظیم دولت — 45

زیادہ تعداد ... بڑا دھوکہ — 46

جلد ہی زندگی کا بہترین دور شروع ہوگا — 47

محبت ... ایک عظیم نعمت — 48

شکوہ و فریاد، صرف اپنے رب سے — 49

اطاعت الٰہی کی توفیق نصیب ہو — 50

اہل محبت کا فراق، بڑی آزمائش ہے — 51

اللہ تعالیٰ پر پختہ اعتماد کا بہترین نمونہ — 52

نیکی کی طرف بلانا، سب سے بڑی خیرخواہی — 53

اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑنا بہادری ہے — 55

یہ اللہ تعالیٰ کی پسند اور ناپسند ہے — 57

دنیا کی زندگی کی حقیقت یہی کچھ ہے 58
سب سے بڑی سزا، دل کی سختی 60
رزق کے معاملے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں 61
نیک کام سے محرومی سب سے بڑی بدقسمتی 63
اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے لوگ 64
لباس آپ کی شخصیت کی پہچان ہے 66
اللہ تعالیٰ سے دل کی مضبوطی مانگیں 68
اپنی لکھی ہوئی کتاب پر خود نظر ثانی کرلیں! 70
اسباب کو چھوڑ دینا درست نہیں ہے 72
زندگی میں نشیب و فراز آتے ہیں 74
مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی 76
یہ سب صبر ہی کی مختلف صورتیں ہیں 78
گناہ... دعا کی قبولیت میں بڑی رکاوٹ 80
لوگوں کے ہاں حقیر... اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم 82
صبر ہی سلامتی کا راستہ ہے 84
اللہ تعالیٰ کا حق سب پر مقدم ہے 85
دو اہم مواقع... دو بہترین جملے 86
کچھ ہمارے درد کا درماں بھی ہو جائے 87
دعا قبول ہونے میں تاخیر کیوں؟ 88
اے اللہ ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں 89
کامیاب انسان، عظیم خواتین کی تربیت سے بنتے ہیں 90
ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم 91
زندگی آسان بنانے کا راز 92
آپ کا ضمیر مُطمَئِن ہونا چاہیے 93
ایک جامع ترین قرآنی دعا 94
اسباب سے مایوسی پر اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے 95
ایک دعا سے حالات بدل سکتے ہیں 96
حضرت ہاجرہ علیہا السلام... ایک عظیم خاتون 98

آپ کی ہر کامیابی توفیقِ الٰہی سے ہے 100
آپ کی آرزو ضرور پوری ہوگی 101
دعا...سب سے کارآمد ہتھیار 102
پہلی وحی کے قیمتی اسباق 103
دنیا والوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیں! 109
باطل کے وقتی غلبہ کی وجہ سے مایوس نہ ہوں 111
دل تاریک ہو تو ظاہری روشنی کا کیا فائدہ 113
شیطان کیسے حرام کو مزین کر کے پیش کرتا ہے 115
رزق کے بارے میں زیادہ پریشان نہ ہوں 118
اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز بننے کی کوشش کریں! 121
توبہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں 123
دنیا کے پیچھے ہرگز نہ بھاگیں 125
سائنس تبدیل ہو سکتی ہے، قرآن مجید نہیں 127
دو عظیم خواتین، دو فراست پر مبنی باتیں 130
ایک قرآنی واقعہ...چار اہم اسباق 133
انسان بہرحال انسان ہی ہے 139
نافرمان لوگ دوسروں کو بھی اپنی طرح بنانا چاہتے ہیں 142
اپنے مال کو آقا نہ بناؤ، غلام بناؤ! 144
ہمیشہ اچھے لوگوں کے ساتھ تعلق رکھیں 147
معروف کو اختیار کریں، رواج کے پیچھے نہ بھاگیں! 149
مرد اور عورت کا ایک فطری فرق 152
خاتم النبیین ﷺ کا عظیم مقام و اعلیٰ کردار 155
اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی کا سامان 158
سب سے بڑے قاضی کے سامنے پیشی 160
یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے 165
دو خواتین کے کردار کا موازنہ 167
یہ سب اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا حصہ ہے 171
بات مضمون کے ساتھ انداز بھی اچھا ہونا چاہیے 174

نفاق، سب سے خطرناک طرزِ عمل ہے 176

شریعت کے مقابلے میں قانون کی کوئی اہمیت نہیں 179

دین پر سب کچھ قربان کرنے کا حوصلہ پیدا کریں 184

منزل کی طرف بڑھنا ہی سب سے اہم ہے 187

پانی بھی اللہ کی فوج کا حصہ ہے 190

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھُمَّ

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ

کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاہِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اللّٰھُمَّ

بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ

کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاہِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

نفیس

کتبہ الفقیر نفیس الحسینی اللاہوری غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ فی رمضان المبارک ١٤١٣ھ

کلامِ ہدایت جل جلالہ

پاکیزہ زندگی

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (النحل۔۹۷)

’’ جس شخص نے بھی مؤمن ہونے کی حالت میں نیک عمل کیا ہوگا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، ہم اُسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گئے۔‘‘

☆...... حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں: ’’خوشگوار زندگی یہ ہے کہ اللہ تمہیں لوگوں کا محتاج نہ کرے۔‘‘ ☆...... یہ ایک بہت خوبصورت بات ہے لیکن آیت میں مزید فائدہ بھی ہے: خوشگوار زندگی یہ نہیں کہ نہ آپ بیمار ہوں اور نہ محتاج، اور نہ یہ کہ آپ صاحبِ اقتدار ومرتبہ ہوں۔ خوشگوار زندگی تو یہ ہے کہ آپ اللہ کے ہر قسم کے فیصلے پر راضی ہو جائیں۔ اللہ کے فیصلے پر ناراضگی، تنگی، تھکاوٹ اور مشقت کا باعث ہے۔

☆...... جب کبھی اللہ نے تمہیں اپنے فیصلوں پر راضی کر دیا، خوشحالی میں تعریف بیان کرنے والا، سختی میں اور بدحالی میں صبر کرنے والا بنا دیا، تو تحقیق اس نے تمہیں ایک خوشگوار زندگی سے نواز دیا۔

کلامِ ہادئ عالم ﷺ

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کریں!

یَا عَائِشَۃُ أَحْسِنِي جِوَارَ نِعَمِ اللّٰہِ۔ (سنن ابن ماجہ:3353)

”اے عائشہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدردانی کرو“

☆۔۔۔جو شخص روٹی کو نعمت نہیں سمجھتا وہ لمبے چوڑے دسترخوان کو بھی نعمت نہیں سمجھے گا،

☆۔۔۔جو شخص سادہ گھر کو نعمت نہیں سمجھتا وہ بلند و بالا محل کو بھی نعمت نہیں سمجھے گا،

☆۔۔۔جو شخص اپنے قدموں کو نعمت نہیں سمجھتا وہ لگژری گاڑی کو بھی نعمت نہیں سمجھے گا،

☆۔۔۔کسی انسان کے پاس موجود نعمتوں کی قدر و قیمت کا احساس اس کی نظر کے ساتھ جڑا ہوتا ہے، چیزوں کی مالیت کے ساتھ نہیں جڑا ہوتا،

☆۔۔۔جب کوئی نعمت آپ کی نظر میں چھوٹی محسوس ہونے لگے تو یاد رکھیں:

آپ آج صبح اٹھے تا کہ اپنا منہ دھوئیں،

جبکہ کہیں کوئی انسان اس لیے اٹھتا ہے تا کہ اس کے گردے مشین کے ذریعے دھوئے جائیں!

اداریہ

رمضان المبارک کی بہاریں

رمضان المبارک کو یادگار بنالیں!

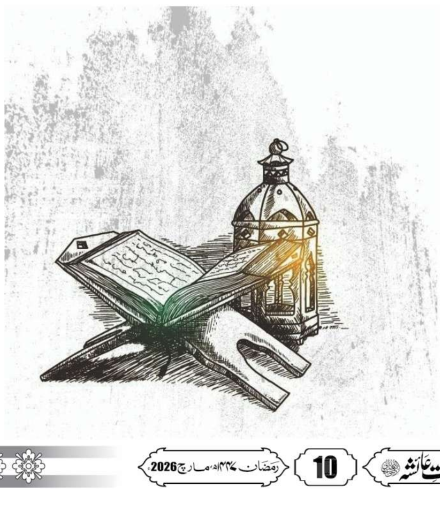

ماہِ مبارک ہمارے دروازوں پر دستک دے رہا ہے اور چند دن میں ہی نیکیوں کے اس موسمِ بہار کا آغاز ہونے والا ہے۔ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا کیا رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور کس طرح رحمتِ الٰہی کی بارش چھم چھم برستی ہے' اس کا کچھ اندازہ آپ کو اس شمارے میں شائع ہونے والے مضامین سے ہوجائے گا۔ البتہ ایک بات تو ایسی ہے جسے ہم جیسے گناہگار بھی با آسانی محسوس کر سکتے ہیں اور وہ یہ کہ اس ماہِ مبارک کے شروع ہوتے ہی انسان کی طبیعت نیک کاموں کیلئے مچلنے لگتی ہے، دل میں خود بخود اطاعتِ الٰہی کے جذبات کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے اور برائی کے کاموں سے نفرت بھی دل میں پیدا ہوجاتی ہے۔ لگتا ایسے ہے جیسے جسمانی طور پر انسان مختلف موسموں سے متاثر ہوتا ہے۔ گرما، سرما، بہار اور خزاں کے آنے جانے سے انسانی طبیعت پر واضح اثرات پڑتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے انعامات کے اس موسم سے بھی انسان روحانی طور پر متاثر ہوتا ہے پھر ایک روایت میں آتا ہے کہ رمضان المبارک میں روزانہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے یہ صدا لگاتے ہیں:

یا باغی الخیر اقبل و یا باغی الشر اقصر

''اے نیکی کے متلاشی! جلدی کر اور آگے بڑھ۔ اے برائی کے طلبگار! رک جا اور بس کر دے''

ممکن ہے دلوں اور طبیعتوں کا یہ فرق اسی ملکوتی صدا کے اثر سے پیدا ہوتا ہو۔

اس مہینے میں ہر مسلمان روزے دار اپنے ظاہری معمولاتِ زندگی کو تو تبدیل کر ہی لیتا ہے۔ صبح' دوپہر اور شام کے کھانے کی ترتیب بدل جاتی ہے۔ تراویح اور سحری کی وجہ سے

سونے جاگنے کے معمولات میں بھی فرق آہی جاتا ہے۔لیکن ان سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ انسان کی زندگی میں روحانی انقلاب اور تبدیلی آئے اگر انسان رمضان المبارک سے پہلے نماز کا پابند نہیں تو اس ماہِ مبارک کے بعد نمازوں کو بروقت' آداب کی رعایت کرتے ہوئے ادا کرنے والا بن جائے۔اگر کوئی ماں' بہن' بیٹی پہلے نمازوں کے معاملے میں غفلت، سستی اور کوتاہی کی بیماری میں مبتلا ہے تو اب ان تیس روزوں کا فائدہ یہ ہونا چاہیے کہ اب یہ بیماری دور ہو جائے۔اگر رمضان المبارک سے پہلے ہماری زبان جھوٹ' غیبت' بہتان اور گالیوں جیسے گناہِ کبیرہ کی عادی ہے تو تبدیلی کے اس ماہ میں ہمیں اتنی مشق کر لینی چاہیے کہ ہماری زبان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر' تلاوتِ کلام پاک' درود شریف اور توبہ استغفار سے تروتازہ رہے۔اگر پہلے ہم حلال وحرام کی فکر اور جائز ونا جائز کی سوچ سے آزاد تھے تو اب اس ماہِ مبارک کی عبادات کا اتنا اثر تو ہونا چاہیے کہ ہمارے اندر یہ فکر اور کڑھن پیدا ہو جائے ۔اگر پہلے ہمارے شب وروز صرف دنیائے فانی کی فکروں میں بیتتے تھے اور ہماری سوچوں کا محور صرف ہمارے لباس ، برتن ، جوتے اور نت نئے فیشن ہی تھے تو اب ہمارے دلوں میں آخرت کی فکر اور دین کیلئے کچھ کرنے کی تڑپ پیدا ہو جانی چاہیے۔

رمضان المبارک تبدیلی کا مہینہ ہے اور جس کی زندگی میں اس کے بعد بھی برائی سے بھلائی کی طرف تبدیلی نہ آئے تو اُس کیلئے سخت حسرت' گہرے افسوس اور بے کار ندامت کے سوا کچھ نہیں۔ایک حدیث پاک سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے:۔

من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ و شرابہ

''جو شخص (روزے کے دوران) غلط بات اور غلط کام نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی تو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ بس اپنا کھانا پینا چھوڑ دے''۔

رمضان المبارک رحمت الٰہی کی برسات کا موسم ہے اور یہ ہر سال بھولے بھٹکے انسانوں کو رب سے ملانے کیلئے آتا ہے اور کتنے ہی خوش نصیب مرد اور خوش نصیب خواتین ایسے ہوتے ہیں' جو اس مہینے میں تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہو کر اپنی زندگیوں میں صالح تبدیلی اور خوشگوار انقلاب لانے کا عمل شروع کر دیتے ہیں۔ ''تقویٰ'' ہی انسان کی زندگی میں سب سے اہم اور مبارک تبدیلی کا نام ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنی من چاہی زندگی گزارنے کے بجائے، رب چاہی زندگی گزارنا شروع کر دے اور نفس و شیطان کے دجل و فریب سے نکل کر اطاعتِ الٰہی کے مضبوط قلعے میں آجائے۔ ایک اللہ والے عالم دین نے تقویٰ کا مطلب یوں سمجھایا:

ان لا یراک مولاک حیث ینھاک و ان لا یغیبک حیث امرک

''تقویٰ یہ ہے کہ آپ کا خالق و مالک آپ کو ایسی جگہ نہ دیکھے جہاں سے اُس نے آپ کو روکا ہے اور ایسی جگہ سے غائب نہ پائے، جہاں پہنچنے کا اُس نے حکم دیا ہے۔''

قرآن مجید میں جب اہلِ ایمان کو روزے کا حکم دیا گیا تو اُس کی غرض و غایت بھی یہی بیان کی گئی کہ:

لعلکم تتقون ''تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ''

جب انسان مسلسل تیس دن' دن کے پورے وقت حلال چیزوں سے بھی پرہیز کرتا

ہے اور صبح سے لے کر شام تک کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے تو اس کے نتیجے میں اُس کے اندر اتنی روحانی قوت اور ایمانی طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ رمضان المبارک کے بعد ناجائز اور حرام کاموں سے با آسانی بچ سکتا ہے۔

اسی سے اندازہ لگا لیں کہ اگر کوئی شخص روزہ تو رکھے لیکن روزے کے دوران ناجائز باتوں اور حرام کاموں سے نہ بچے۔ روزہ گزارنے کیلئے لایعنی مشاغل اختیار کرے یا خدا نخواستہ روزے کا مبارک وقت ٹی وی کے سامنے گزار دے تو اُس کا روزہ بھلا اُسے کیسے تقویٰ کا فائدہ دے سکتا ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنا کمرہ ٹھنڈا کرنے کیلئے فل پاور کا اے سی لگا کر آن کر لے لیکن کھڑکیاں، دروازے بدستور کھلے رکھے تو کبھی بھی وہ کمرہ ٹھنڈا کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔

رمضان المبارک کا مہینہ اندھیروں سے اجالے کی طرف، برائیوں سے نیکیوں کی طرف اور مکر و فریب سے عدل و راست بازی کی طرف تبدیلی کا پیغام لے کر آ پہنچا ہے۔ آئیں! ہم بھی اس پیغام کو قبول کرنے والوں میں شامل ہو کر اپنے اس رمضان المبارک کو زندگی بھر کا یادگار ترین رمضان بنا لیں۔

وما توفیقی الا باللہ

والسلام

محمد منصور احمد عفا اللہ عنہ

حضرت مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ تعالیٰ
امیر المجاہدین

ایک دعوت

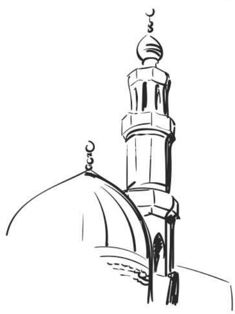

اللہ تعالیٰ ہمیں کام کی چیزوں کا شوق عطاء فرمائے...... (آمین)

دل میں جھانکیں:

ہم سب اپنے اپنے دل میں جھانک کر دیکھیں ...... ہمارے ''دل جی'' کو کن چیزوں کا شوق ہے اور کن چیزوں کا بالکل شوق نہیں......

آج بات ایک اہم عبادت کی کرنی ہے ...... وہ عبادت ہے ''اعتکاف''......کیا ہمارے دل میں ''اعتکاف'' کا شوق ہے؟...... پچھلے سال ایک مسجد میں جانا ہوتا تھا......امام صاحب نے خوب زور لگایا کہ لوگوں کو اعتکاف کی طرف متوجہ کریں......آخری عشرہ شروع ہونے سے چند دن پہلے......انہوں نے ہر نماز کے بعد ''اعتکاف'' کی ترغیب دی ......خصوصاً بڑی عمر کے بزرگ حضرات کو......مگر کوئی خاص اثر نہ ہوا......بزرگوں اور جوانوں پر تو بالکل نہیں......البتہ چند نوجوان اعتکاف میں آگئے...... ہنستے، کھیلتے، شور مچاتے......اس لیے آج رنگ ونور کی محفل میں ہر مسلمان اپنے دل کا جائزہ لے اور پھر اپنے دل کی اصلاح کرے......اعتکاف کا شوق ہے یا نہیں؟......اگر نہیں ہے تو کیوں نہیں؟

ایک نسخہ

آج کل رمضان المبارک کے بابرکت ایام چل رہے ہیں......رمضان المبارک کی ایک اہم ترین عبادت ''دعاء'' ہے......روزہ، تراویح اور تلاوت کے بعد سب سے زیادہ توجہ دعاء کی طرف رکھنی چاہیے......لمبی لمبی دعائیں، ہر وقت دعائیں اور عاجزانہ دعائیں......جو رمضان المبارک میں جتنا زیادہ مانگتا ہے وہ اُسی قدر زیادہ اپنی جھولی بھرتا ہے......کئی لوگ عبادات میں تو لگے رہتے ہیں مگر دعاء بہت کم مانگتے ہیں......کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو ہماری حاجتوں کا علم ہے......ارے اللہ کے بندو! دعاء ہر عبادت کا مغز ہے......

دعاء سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں......اور دعاء انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتی ہے......اس رمضان المبارک میں ایسا کریں کہ کچھ وقت خاص دعاء کا رکھیں......اس میں دو

دو رکعت ادا کرتے جائیں......اور ہر دو رکعت کے بعد دعاء کی جھولی پھیلا دیں......مثلاً دو رکعت ایمان کامل کی دعاء کے لیے......دو رکعت حسن خاتمہ کی دعاء کے لیے......

دو رکعت اپنے اخلاق درست کرنے کی دعاء کے لیے......دو رکعت اپنی صحت کی دعاء کے لیے......اس میں یہ بھی ہوگا کہ ہمارے بہت سے معاملات درست ہو جائیں گے......مثلاً دو رکعت ادا کی......اور دعاء یہ مانگی کہ یا اللہ! میرے ’’شوق‘‘ کا نظام اپنی پسند کے مطابق بنا دیجئے......

کبھی دو رکعت اس دعاء کے لیے کہ...... یا اللہ! میرے تمام مالی معاملات شریعت کے مطابق بنا دیجئے کبھی دو رکعت ادا کر کے یہ دعاء کہ......

یا اللہ! ایسی حالت میں موت دیجئے کہ آپ مجھ سے راضی ہوں اور میں آپ سے راضی ہوں......شوق کی اصلاح کے لیے بھی اگر ہم دو رکعت اور خوب عاجزی والی دعاء کو پکڑ لیں تو......ان شاء اللہ ہمارے دل کے تمام شوق شریعت کے مطابق ہو جائیں گے......اور ہم اُن چیزوں کے شوق سے بچ جائیں گے......جو شوق دنیا و آخرت میں نقصان دینے والے ہیں......

آتش شوق

ہم نے دنیا سے اکیلے جانا ہے......قبر میں کوئی ساتھ نہیں جائے گا......قبر کی تنہائی اور وحشت کو دور کرنے والی بس چند چیزیں ہیں......یہ چیزیں اگر ہم نے دنیا میں حاصل کر لیں تو پھر قبر میں ہمارے مزے ہو جائیں گے......ان چیزوں میں سے ایک ’’اعتکاف‘‘ بھی

ہے......سبحان اللہ! مخلوق کے درمیان رہتے ہوئے مخلوق کو چھوڑ کر خالق کے ساتھ جڑ جانا...... یہ وہ عمل ہے جو قبر کی وحشت کو دور کرے گا......اے بندے تم نے جلوت میں اللہ تعالیٰ کے لیے...... یہ تنہائی برداشت کی......اس کے بدلے تمہاری قبر کی تنہائی دور کردی جائے گی...... یہ ہوئی شوق کی پہلی چنگاری......

دوسری بات یہ کہ...... دنیا میں کچھ اعمال ایسے ہیں، جن میں محبوب کے ساتھ بہت گہرا جوڑ ہے......بس آدمی اس عمل میں اپنے محبوب کا ہو جاتا ہے اور محبوب اس کا ہو جاتا ہے......

محبوب سے مُراد......محبوب حقیقی اللہ تعالیٰ......ان اعمال کی لذت ایسی ہوتی ہے کہ جو مرنے کے بعد بھی نہیں بھولتی......اور مرنے کے بعد نصیب بھی نہیں ہوتی...... ایسے عاشق جب دنیا سے جانے لگتے ہیں تو انہیں اور کوئی چیز چھوڑ جانے کی حسرت نہیں ہوتی......صرف انہی چند اعمال کی حسرت ہوتی ہے کہ یہ اب نصیب نہ ہوں گے......ان اعمال میں ایک تو شہادت ہے......شہادت کی موت ...... ایک گرمی کا روزہ ہے......اور ایک اعتکاف ......اسی لیے حضورِ اقدس ﷺ کو جب دنیا سے رخصت ہونے کا اندازہ ہوا تو آخری سال...... دگنا اعتکاف فرمایا......یعنی آخری دو عشروں کا اعتکاف ...... کیونکہ دنیا سے جانے کا وقت قریب ہے...... پھر دوبارہ اعتکاف تو نہ مل سکے گا...... دنیا کو چھوڑ کر مالک کے پاس آبیٹھنا......اپنا گھر چھوڑ کر مالک کے گھر جا پڑنا......سارے در چھوڑ کر ایک در پر جا گرنا......ساری مشغولیتیں چھوڑ کر اپنے مالک کے ساتھ مشغول رہنا...... یہ ہوئی شوق کی دوسری چنگاری......

تیسری بات یہ کہ……کونسی عبادت زیادہ افضل ہے اور کونسی کم……یہ مسئلہ دلائل کا ہے لیکن اگر دلائل کو چھوڑ کر دل سے پوچھیں تو وہ بہت عجیب باتیں بتاتا ہے……مثلاً وہ کہتا ہے حضرت آقا مدنی ﷺ نے کسی ایک سال بھی اعتکاف نہ چھوڑا…… ہر سال نہایت پابندی سے اعتکاف فرمایا، ایک سال سفر کی وجہ سے……جو یقیناً جہاد کا سفر ہوگا اعتکاف رہ گیا……تو اگلے سال دگنا اعتکاف فرمایا ……یعنی گزشتہ سال کی بھی گویا علامتی قضا فرمائی……آپ ﷺ سے زیادہ مصروف کون ہے؟ ……آپ ﷺ سے زیادہ ذمہ داریاں کس پر ہیں؟ ……آپ ﷺ سے زیادہ اعمال کی فضیلت اور ترتیب سمجھنے والا کون ہے؟…… یقیناً کوئی نہیں…… پھر جب آپ ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف اس قدر اہتمام سے فرماتے ہیں تو ثابت ہوا کہ……یہ بڑا خاص عمل ہے……بلکہ خاص الخاص عمل ہے……اور اس کی حکمت اُمت مسلمہ کے اخص الخواص افراد سمجھتے ہیں……

اسی لیے وہ پورا سال انتظار کرتے ہیں کہ……کب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آئے اور وہ اعتکاف کی سعادت حاصل کریں……آخری بات یہ ہے کہ……حضرت آقا ﷺ کی ''اعتکاف'' کے ساتھ اس قدر ''دلچسپی'' ہر سچے مؤمن کے دل میں ''اعتکاف'' کے شوق کو بھڑکا دیتی ہے……

فضائل

اگر کتابوں میں دیکھا جائے تو اعتکاف کے فضائل پر…… چند احادیث مبارکہ ہی ملتی

ہیں ...... مگر دل والوں کے لیے بس یہی ایک حدیث ہی کافی ہے کہ...... حضور اقدس ﷺ ہر رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرماتے تھے...... اور آپ ﷺ کا یہ عمل آپ کے وصال تک جاری رہا...... اور جس سال آپ ﷺ کا وصال ہوا اس سال کے رمضان میں آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا...... یہ روایات بخاری ومسلم میں موجود ہیں...... ان کے ہوتے ہوئے پھر کسی اور فضیلت، کسی اور ترغیب یا کسی اور تقریر کی کیا حاجت رہ جاتی ہے؟ حضرت آقا مدنی ﷺ کا بار بار اعتکاف فرمانا اور ہمیشہ اعتکاف فرمانا...... یہ سمجھا جا رہا ہے کہ ...... اعتکاف کتنا بڑا عمل ہے...... اور یہ کتنا کام آنے والا عمل ہے...... یہ دیکھتے ہوئے تو ہر مسلمان کے دل میں اعتکاف کا ایسا شوق ہونا چاہیے کہ مساجد میں جگہ نہ ملے...... لیکن بات یہ ہے کہ...... اعتکاف کا تعلق دل سے ہے...... دل والے ہی اس عمل کی شان سمجھتے ہیں...... یا اللہ! ہم سب کو اپنی رضا کے لیے اعتکاف کا شوق...... اور اعتکاف کی توفیق عطاء فرما......

فضیلت

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

''اعتکاف کرنے والا گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لیے نیکی کرنے والوں کے برابر نیکیاں لکھی جاتی ہیں''...... (مشکوٰۃ عن ابن ماجہ)

یعنی اعتکاف میں بیٹھنے کی وجہ سے جو نیکیاں وہ نہیں کر پاتا وہ بھی اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں...... اور اعتکاف کا سب سے عظیم فائدہ یہ کہ...... وہ اللہ تعالیٰ کے قلعے

میں محفوظ ہو کر گناہوں سے بچ جاتا ہے...... ایک اور روایت میں ہے کہ ایک دن کے اعتکاف کی برکت سے اعتکاف کرنے والے اور جہنم کے درمیان تین خندقوں کا فاصلہ ہو جاتا ہے اور یہ فاصلہ آسمان و زمین کی مسافت سے بھی زیادہ ہے......

خواتین اور اعتکاف

اعتکاف کی عبادت ......خواتین کے لیے بھی ہے......حضورِ اقدس ﷺ کی ''ازواج مطہرات'' نے آپ ﷺ کے بعد ہمیشہ اعتکاف فرمایا...... ہماری عظیم المرتبت اُمہات کو اعتکاف کا یہ خاص ذوق......حضرت آقا مدنی ﷺ کی صحبت مبارکہ سے نصیب ہوا......خواتین عید اور باورچی خانے کی وجہ سے اپنا ''رمضان'' ضائع کرتی ہیں......اس لیے اُن کے لیے اعتکاف بہت بڑی نعمت ......اور بڑی حفاظت ہے......اے ماؤں، بہنو! اس سال ہمت کرلو......اللہ تعالیٰ آپ کے دلوں کو نور عطاء فرمائے......

پہلی دعوت

ہمارے وہ مسلمان بھائی اور بہنیں......جن کے دلوں اور ارادوں میں کبھی ''اعتکاف'' آیا ہی نہیں......وہ اپنے دل میں اس مبارک عمل کا شوق بٹھائیں اور اللہ تعالیٰ سے یہ مبارک شوق مانگیں......

دوسری دعوت

اس سال زیادہ سے زیادہ مسلمان اعتکاف کی کوشش کریں......اعتکاف کے مبارک اثرات دور دور محاذوں اور مکمل معاشرے پر پڑتے ہیں......اور اس کی روشنی ہر

طرف پھیلتی ہے......

جن کو اللہ تعالیٰ استطاعت دے وہ حرم مکی یعنی کعبہ شریف میں اعتکاف کریں...... یا مسجد نبوی شریف میں...... یا مسجد اقصیٰ شریف میں...... ان تین مقامات کے اعتکاف کی فضیلت بالترتیب زیادہ ہے...... جو ان تین مقامات کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ کسی بھی جامع مسجد میں اعتکاف کرے......

خصوصاً اپنے محلے کی مسجد میں...... اور خواتین اپنے گھر میں اپنی نماز کی جگہ یا نماز کے کمرے یا نماز کے کونے میں اعتکاف کریں......

تیسری دعوت

ہمارے ہاں الحمدللہ! ...... اجتماعی اعتکاف ہوتا ہے...... اُمت کے فدائی، جانباز فاتحین ومجاہدین اس اعتکاف میں شریک ہوتے ہیں...... صحبت اہل دل اور مصاحبت اہل قربانی کا بہترین موقع ہوتا ہے ...... اب تک آنے والوں نے بہت کچھ پایا ...... والحمدللہ...... آپ میں سے جو تشریف لاسکتا ہو بندہ کی طرف سے قلبی دعوت ہے......

لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللھم صل علی سیدنا محمد والہ وصحبہ

وبارك وسلم تسلیما کثیرا

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

2

محمد منصور احمد

جامع، مستند، آسان

مختصر تاریخِ اسلام

سبق نمبر 12

خلفاء راشدین

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

(11ھ-13ھ/632م-634م)

جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو انصار سے تعلق رکھنے والے حضرات سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلیفہ منتخب کریں۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے انہوں نے انصار کو خطبہ دیا اور بیان کیا کہ انصار ہی مدینہ منورہ کے اصل رہائشی ہیں، اور یہ ذمہ داری (خلافت) انہیں پر عائد ہوتی ہے۔ اسی دوران بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی سقیفہ کے اس اجتماع میں پہنچ گئے، اور انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے خلیفہ کے طور پر بیعت شروع کردی، انصار بھی اس پر رضا مند اور متفق ہو گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام زمانۂ جاہلیت میں عبدِ کعبہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام عبد اللہ رکھا اور انہیں صدیق کا لقب دیا، کیونکہ وہ سب سے پہلے مرد

تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی۔

حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر کئی جلیل القدر صحابہ ایمان لائے، جن میں حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ شامل ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی، اور اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نکاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے بیعتِ خلافت کے بعد خطبہ دیا، جس میں لوگوں سے فرمایا:

"اے لوگو! مجھے تمہارا حاکم بنایا گیا ہے، حالانکہ میں تم میں سے بہترین سے نہیں ہوں، اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرو، اور اگر غلطی کروں تو مجھے درست کرو۔ اس وقت تک میری اطاعت کرو، جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری کرتا رہوں، لیکن اگر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کروں، تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔"

مرتدین کے خلاف جنگیں

مدینہ کے باہر رہنے والے بہت سے لوگوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر سنیں، تو انہوں نے گمان کیا کہ شاید اسلام اب ختم ہو گیا ہے۔ چنانچہ بہت سے قبائل نے اس موقع کو غنیمت جانا کہ خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بغاوت کریں۔ کچھ قبائل نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا، اور کچھ نے بالکل ہی اسلام چھوڑ کر کفر کی طرف پلٹنے کا

اعلان کر دیا۔

اس وقت ارتداد نے پوری اسلامی دنیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پختہ عزم کرلیا کہ مرتدین سے ضرور جنگ کی جائے گی یہاں تک کہ وہ دوبارہ حق کی طرف لوٹ آئیں اور اللہ تعالیٰ نے جو چیز ان پر فرض کی ہے وہ ادا کریں۔

انہوں نے اعلان کیا:

”اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرتے ہیں، کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ مجھ سے ایک رسی بھی روک لیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا کرتے تھے، تو میں اس کے روکنے پر بھی ان سے جنگ کروں گا۔“

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلے مرتدین کی طرف خط بھیجے، جن میں انہیں اسلام کی طرف واپس آنے کی دعوت دی۔ لیکن جب انہوں نے انکار کیا اور اطاعت سے نکل گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے مقابلے کے لیے فوجیں روانہ کردیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جن مشہور سپہ سالاروں کو لشکروں پر مقرر فرمایا، ان میں حضرت خالد بن ولید، حضرت عکرمہ بن ابی جہل، حضرت سعید بن العاص، حضرت شرحبیل بن حسنہ، حضرت عمرو بن العاص اور حضرت علاء الحضرمی رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

جب اسلامی لشکروں کو مرتدین پر غلبہ حاصل ہوا تو کچھ ہی عرصے میں ارتداد کی آگ بجھ گئی۔

جزیرہ نُمائے عرب کے بعض لوگوں نے نبوت کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ ان میں سب سے خطرناک مسیلمہ کذّاب تھا، جو بنی حنیفہ قبیلے سے تعلق رکھتا تھا، وہ اپنی جھوٹے دعوی میں اپنی قوم کو اپنا پیروکار اور متبع بنانے میں کامیاب ہوگیا، اُس نے بنی تمیم کی ایک عورت سجاح سے شادی کرلی، اور اُس کی قوم کو بھی اپنی جھوٹی دعوت میں شامل کرلیا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ مسَیلمہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک خط لکھا جس میں اُس نے نبوت اور رسالت کو آپس میں بانٹ لینے کی دعوت دی۔ اس کے جواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ایک خط لکھا جس میں اس کی جھوٹی نبوت کا ردّ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خط میں لکھا:

”محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذّاب کے نام۔ سلامتی ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ امّا بعد: یقیناً زمین اللہ ہی کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا اس کا وارث بناتا ہے، اور اچھا انجام متقیوں ہی کے لیے ہے۔“

سوالات جن کے جوابات آپ گزشتہ عبارت پر غور کر کے دے سکتے ہیں:

(1) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ کس طرح منتخب کیا گیا؟

(2) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام، لقب اور وہ لوگ جنہوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ان میں سے چند کے نام بیان کریں۔

(3) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کس کے ساتھ ہجرت کی؟

(4) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلافت ملنے کے بعد سب سے پہلے کیا فرمایا؟ اور آپ نے

ان کی خطبے سے کیا سمجھا؟

(5) "اللہ کی قسم! میں ضرور اُن سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتے ہیں۔" یہ الفاظ کس نے کہے؟ اور کس موقع پر کہے؟

(6) حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

(7) مرتدین کے خلاف جنگوں میں مسلمانوں کے سپہ سالار کون تھے؟

(8) مرتدین کے خلاف جنگوں کا کیا انجام ہوا؟

(9) جو لوگ نبوت کا دعویٰ کرتے تھے، وہ کون تھے؟ اور وہ کہاں رہتے تھے؟

(10) مسیلمہ کے خط کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا جواب دیا؟

سبق نمبر 13

معرکہ حدیقۃ الموت

جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بنے تو سب سے پہلے انہوں نے مسیلمہ کے مقابلے کے لیے ایک لشکر بھیجا جس کی قیادت حضرت عِکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے ایک دوسرا لشکر بھیجا جس کی قیادت حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کے ہاتھ میں دی۔ لیکن یہ دونوں لشکر اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے ایک اور لشکر حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں روانہ کیا۔ حدیقۃ الموت کی لڑائی کے بعد مسیلمہ کا لشکر پوری طرح شکست کھا گیا۔ اس معرکے میں قرآنِ کریم کے حفاظ کی بڑی تعداد شہید ہوئی، اور حضرت وحشیؓ نے مسیلمہ کذّاب کو قتل کر دیا۔ یوں اُس کا فتنہ بالکل ختم ہو گیا۔

اسی طرح اسود عنسی جو یمن میں ظاہر ہوا، اس نے نبوت کا دعویٰ کیا، اور اس کے ساتھ یمن کے اکثر قبائل مل گئے تھے، وہ قتل کر دیا گیا اور اس کی دعوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

طلیحہ بن خویلد بنی اسد کا رہنے والا تھا۔ اس کے ساتھ غطفان اور اس کے گرد و نواح کے قبائل شامل ہو گئے تھے۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے اس کے مقابلے کے لیے حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں لشکر بھیجا اور طلیحہ کے لشکر کو شکست ہوئی تو طلیحہ شام کی طرف بھاگ گیا اور قبیلہ کلب میں جا کر مقیم ہو گیا، بعد میں جب اس قبیلے نے اسلام قبول کیا تو طلیحہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ کا لشکر روانہ کرنا

حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں اسلامی ریاست کا دائرہ پھیلا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے اس لشکر کو روانہ فرمایا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے رومیوں سے بدلہ لینے کے لیے تیار کیا تھا، انہوں نے لشکر کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا:

"خیانت نہ کرنا، اور خاص طور پر مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرنا، بدعہدی نہ کرنا، مُثلہ (دشمن کے ناک، کان وغیرہ کاٹنا) نہ کرنا، نہ کسی چھوٹے بچے کو قتل کرنا، نہ کسی بوڑھے کو، نہ کسی عورت کو، کھجور کے درختوں کو نہ کاٹنا اور نہ جلانا، کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا، اور نہ بکری، گائے یا اونٹ کو ذبح کرنا سوائے کھانے کے لیے۔"

حضرت اسامہؓ نے بلقاء (موجودہ عمان کے علاقے) میں قیام فرمایا۔ جو رومی

فوجیں آپ کے مقابلے کے لیے آئیں آپ نے ان کا کام تمام کر دیا، اور جن شہروں نے مسلمانوں کے خلاف مزاحمت کی ان پر جنگ مسلط کر دی۔ اس سے رومی اتنے خوف زدہ ہوئے کہ اپنی پناہ گاہوں میں جا دبکے۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت مثنیٰ بن حارثہ الشیبانیؓ کو بھیجا جو حضرت علاء حضرمیؓ کے لشکر سے جا ملے اور قطیف پر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے ان فارس والوں سے بھی لڑائی کی جو بحرین میں مرتدین کی مدد کر رہے تھے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے دس ہزار مجاہدین پر مشتمل ایک لشکر حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں تیار کیا، انہوں نے یرموک کے مقام پر رومیوں سے سخت جنگ کی، انہیں عبرت ناک شکست دی، اور ایک لاکھ بیس ہزار رومیوں کو قتل کیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات

جب مسلمان یرموک کی جنگ میں حق کا بول بالا کرنے کے لیے جہاد کر رہے تھے، اُسی دوران حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتقال ہو گیا۔ یہ واقعہ ۱۳ ہجری میں پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیقؓ پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔

سوالات جن کے جوابات آپ گزشتہ عبارت پر غور کر کے دے سکتے ہیں:

(1) حضرت ابوبکرؓ نے کس طرح مرتدین کی تحریک کا خاتمہ کیا؟

(2) "حدیقۃ الموت" (موت کا باغ) کی جنگ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ اور اسے یہ نام کیوں دیا گیا؟

(3) طلیحہ بن خویلد مدعیِ نبوت کا کیا انجام ہوا؟

(4) حضرت ابوبکرؓ نے سخت حالات کے باوجود حضرت اسامہؓ کا لشکر بھیجنے پر کیوں اصرار کیا؟

(5) حضرت ابوبکرؓ نے حضرت اسامہؓ کے لشکر کو کیا وصیتیں کیں؟

(6) حضرت اُسامہؓ کے لشکر نے کہاں قیام کیا تھا؟

(7) حضرت اسامہؓ نے رومی لشکر پر کس طرح غلبہ حاصل کیا؟

(8) حضرت ابوبکرؓ نے حضرت مثنّٰی شیبانیؓ کو کس طرف بھیجا؟

(9) حضرت ابوبکرؓ کی وفات کب ہوئی؟

(10) اپنے الفاظ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے دور کا خلاصہ لکھیں۔

سبق نمبر 14

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ

(۱۳ھ۔۲۳ھ/ ۶۳۴م۔۶۴۴م)

حضرت عمر فاروقؓ کی پیدائش مکہ میں ”جنگ فجار“ سے چار سال پہلے ہوئی۔ آپ نے چھبیس برس کی عمر میں اسلام قبول کیا، اور اپنا اسلام چھپایا نہیں بلکہ اعلانِ عام کے ساتھ اسلام لائے۔ آپ نے ہجرت بھی کھلے عام کی کہ کفار دیکھ رہے تھے۔ آپ زیادہ تر غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ رہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں ”الفاروق“ کا لقب عطا فرمایا؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے حق و باطل میں فرق قائم کیا۔

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیماری شدت اختیار کر گئی، تو انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں مسلمان خلافت کے معاملے میں اختلاف نہ کریں۔ اس لیے انہوں نے خلافت اس شخص کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا جس میں وہ کفایت، اہلیت اور بہترین حکمتِ عملی دیکھتے تھے۔ چنانچہ تمام مسلمانوں نے حضرت عمر بن خطابؓ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کی۔

حضرت ابوبکرؓ نے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"میں نے عمر بن خطاب کو تمہارا خلیفہ مقرر کیا ہے، لہٰذا اس کی بات سنو اور اس پر عمل کرو۔"

مسلمانوں نے جواب دیا: "ہم نے سنا اور مانا۔"

حضرت عمرؓ نے خلافت سنبھالتے وقت مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو۔ اور تم مجھے اپنی جانوں پر قابو دینے (یعنی سزا دینے) سے رکنے پر میری مدد کرو، اور اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں میرا ساتھ دو۔"

اس وقت حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت مثنّٰی بن حارثہ شیبانیؓ فارس (ایران) فتح کر چکے تھے، اور حیرہ اور انبار پر قبضہ کر چکے تھے۔

مسلمانوں نے ان علاقوں کے لوگوں سے صلح کی اور ان پر یہ شرط رکھی کہ وہ جزیہ ادا کریں۔ لیکن یزدجرد جو کہ ساسانی سلطنت کا آخری بادشاہ تھا، اس نے رستم کی قیادت

میں ایک بڑا لشکر تیار کیا۔ اسی دوران حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ فلسطین اور شام میں رومیوں سے جنگ میں مصروف مسلمان لشکروں سے جا ملیں۔

سوالات جن کے جوابات آپ گزشتہ عبارت پر غور کر کے دے سکتے ہیں:

(1) حضرت عمرؓ کب پیدا ہوئے؟

(2) جب انہوں نے اسلام قبول کیا، اس وقت ان کی عمر کتنی تھی؟

(3) حضرت عمرؓ کو "فاروق" کا لقب کیوں دیا گیا؟

(4) جنگ فجار کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

(5) حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو کیوں خلافت سپرد کی؟

(6) "میں نے عمر کو امیر بنایا ہے۔۔۔" یہ کس کا قول ہے اور کس موقع پر فرمایا گیا؟

(7) "اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو" یہ کس کا قول ہے اور کس موقع پر کہا گیا؟

(8) خلافت کے آغاز میں جو خطبہ حضرت عمر بن خطابؓ نے دیا، اس کے کچھ الفاظ زبانی سنائیں۔ (جاری ہے)

- فہمِ قرآن کا دلوں میں اتر جانے والا ایک اچھوتا اسلوب
- قرآنی انوارات پر لکھے گئے حسین شاہ پارے
- ہر قطرہ ایک سمندر، قرآن کے بحرِ بیکراں سے کچھ نئے موتی

قرآن مجید کی روشنی میں
کامیاب زندگی کے سنہرے اُصول

جس کا مطالعہ مردہ دلوں میں نورِ ایمان بھر دے گا

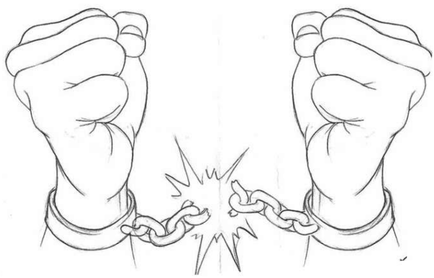

جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

اے اللہ! ہمیں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے یقین جیسا یقین عطا فرما۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے سامنے سمندر ہے اور ان کے پیچھے فرعون ہے۔ اپنی قوم کے لوگ بھی ان کو کہہ رہے تھے:

اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ (الشعراء۔ ۶۱)

''بے شک ہم تو پکڑے گئے۔''

تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾ (الشعراء۔ ۶۲)

''ہرگز نہیں! بیشک میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ابھی مجھے راستہ دکھا دے گا''۔

اور

اے اللہ! ہمیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یقین کی طرح یقین عطا فرما۔ جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غارِ ثور میں عرض کیا:

''اگر دشمنوں میں سے کسی نے اپنے پاؤں کے نیچے کی طرف دیکھ لیا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔'' تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے ابوبکر! تمہارا ان دو افراد کے بارے میں کیا گمان ہے، جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔'' (البخاری:3653)

(یعنی اللہ تعالیٰ کی نصرت کے ہوتے ہوئے یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے)

☆......☆......☆

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ (الصف:۸)

''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھا دیں، حالانکہ اللہ اپنے نور کی تکمیل کر کے رہے گا، چاہے کافروں کو یہ بات کتنی بری لگے''

☆......قرآن مجید کی شمع ہدایت نہیں بجھے گی۔

☆......''پردہ'' ختم نہیں کیا جا سکے گا۔

☆......''اذان'' کو خاموش نہیں کروایا جا سکے گا۔

☆......''جہاد'' کو روکا نہیں جا سکے گا۔

☆......اسلام کا قافلہ رواں دواں رہے گا، جو اس میں شامل ہو جائے گا، منزل پر پہنچ جائے گا اور جو اس سے پیچھے رہ جائے گا، ناکام و نامراد ہو جائے گا۔

☆......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لیبلغن ھذا الامر ما بلغ اللیل والنھار (مسند احمد:۱۶۹۵۷)

''یہ دین اسلام لازمی طور پر وہاں تک پہنچے گا، جہاں تک رات اور دن پہنچتے ہیں (یعنی ساری دنیا میں اسلام کا ایک وقت بول بالا ہو کر رہے گا)''

نہ جانے محبّت کس دل میں ہے

☆......قریبی رشتے داروں یعنی بھائیوں نے کہا تھا:

اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ (یوسف۔ ۹)

''یوسف کو قتل کر ڈالو''

☆......اجنبی یعنی عزیزِ مصر نے کہا تھا:

اَکْرِمِیْ مَثْوٰىهُ (یوسف۔ ۲۱)

''اس کو عزت سے رکھنا''

☆......بے شک محبت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والا ''رزق'' ہے اور آپ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ رزق کس دل میں رکھا ہے۔

☆......☆......☆......☆

اپنے علم پر غرور نہ کریں!

أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِن سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ﴿٢٢﴾ (النمل۔ ۲۲)

''میں نے ایسی معلومات حاصل کی ہیں جن کا آپ کو علم نہیں ہے، اور میں ملکِ سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں''

☆......جو بات ایک نبی سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام پر پوشیدہ رہی، وہ ایک ''ہدہد'' پرندے کو معلوم ہوگئی۔ اس بات میں بڑا گہرا سبق ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

☆......ہمیشہ تواضع اور عاجزی اختیار کریں!

☆......جو علم ہمیں نہیں ملا، وہ اس علم سے بہت زیادہ ہے جو ہم نے حاصل کیا ہے۔

☆......ابونواس شاعر، شیخ ابراہیم نظام کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:

فقل لمن یدعی فی العلم فلسفة
علمت شیئا و غابت عنک اشیاء!

☆......''جو شخص علم میں مہارت کا دعوی کرتا ہے اس کو کہہ دو: اگر آپ نے بہت کچھ جان لیا ہے تو بہت سی باتوں سے آپ جاہل بھی ہیں''

برے حالات، اچھے حالات کی تمہید میں

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ (یوسف:۱۵)

”پھر ہوا یہ کہ جب وہ اُن کو ساتھ لے گئے، اور انہوں نے یہ طے کر ہی رکھا تھا کہ انہیں ایک اندھے کنویں میں ڈال دیں گے“

☆......وہ بچہ جو کنویں میں پھینک دیا گیا،

☆......جس بچے کو پانی کے ڈول نے کنویں سے نکالا،

☆......جس بچے کو معمولی قیمت کے بدلے بیچا گیا،

☆......وہ اس سے کہیں دور تھا کہ ایک دن عزیز مصر بن جائے۔

☆......آپ کی کتابِ زندگی کے سب سے سخت حالات پر مشتمل صفحات ممکن ہے کہ وہ آپ کی کتابِ زندگی کے سب سے اچھے حالات کی صرف تمہید ہوں۔اس لئے اللہ تعالیٰ کیساتھ آپ اچھا گمان ہمیشہ قائم رکھیں۔

تعلقات ختم کرنے کا بہترین طریقہ

فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ

(البقرة: ۲۲۹)

''اس کے بعد (دو ہی راستے ہیں) یا تو قاعدے کے مطابق اپنے پاس روک لے یا خوش اسلوبی سے چھوڑ دے''

☆...... مجھے اس بات کا غم نہیں کہ تعلقات کبھی ختم ہو جائیں گے، زندگی تو ساری ہی ایک دن ختم ہو جائے گی، مجھے غم اس طریقے کا ہوتا ہے جس سے تعلقات ختم ہوتے ہیں، میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میں تعلقات ختم کروں تو ایسے خوشگوار طریقے سے اختتام کروں جیسے کسی عزیز کو ایئر پورٹ پر گلے لگا کر رخصت کیا جاتا ہے۔

☆......میں یہ نہیں چاہتا کہ تعلقات ایسے ختم ہوں جیسے کسی معرکہ جنگ سے انسان لہولہان ہو کر نکلتا ہے۔

ایک اہم نصیحت

”انسان نیکی کے جس بلند ترین مرتبے تک بھی پہنچ جائے، تب بھی اس کو ناپسند کرنے والے لوگ ضرور ہوتے ہیں۔ یہاں انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی سب لوگ محبت نہیں کرتے تھے“

نصیحت کا صحیح مقصد

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳

(العصر: ۳)

''اور ایک دوسرے کو حق بات کی نصیحت کریں، اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کریں''

☆...... جب میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں تو میرا مقصد یہ نہیں ہوتا ''میں آپ سے بہتر ہوں'' میں تو آپ کو صرف یہ کہتا ہوں:

''میں آپ کے لئے بھلائی اور بہتری کی تمنا رکھتا ہوں''

اس وفد میں ضرور شامل ہوں

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾

(مریم:۸۵)

’’(اس دن کو نہ بھولو) جس دن ہم سارے متقی لوگوں کو مہمان بنا کر خدائے رحمن کے پاس جمع کریں گے‘‘

☆......اگر آپ بادشاہوں کے دربار میں جانے والے وفود میں شامل نہیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

☆......اہم بات یہ ہے کہ آپ سے وہ وفد نہیں چھوٹنا چاہئے جو بادشاہوں کے بادشاہ یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لئے جارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ پر یقین... عظیم دولت

وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی اَنۡ اَرۡضِعِیۡهِ ۚ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡهِ فَاَلۡقِیۡهِ فِی الۡیَمِّ وَلَا تَخَافِیۡ وَلَا تَحۡزَنِیۡ ۚ اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَیۡكِ وَجَاعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۝۷

(القصص:۷)

''اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کو الہام کیا کہ: تم اس (بچے) کو دودھ پلاؤ، پھر جب تمہیں اس کے بارے میں کوئی خطرہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا، اور ڈرنا نہیں، اور نہ صدمہ کرنا، یقین رکھو ہم اسے واپس تمہارے پاس پہنچا کر رہیں گے، اور اس کو پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر بنائیں گے''

☆......اے اللہ!

یہ یقین ہے جو آپ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں پیوست کر دیا تھا، اسی کی بدولت انہوں نے اپنے نوزائیدہ بچے کو دریا کے حوالے کر دیا، ان کو آپ پر اعتماد تھا کہ آپ جلد ہی اُس بچے کو واپس ان تک پہنچا دیں گے۔

☆......اے اللہ!

مجھے بھی ایسا ہی یقین عطاء فرما دیں۔

زیادہ تعداد... بڑا دھوکہ

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ (الشعراء: ۵۴)

”(اور یہ کہلا بھیجا کہ) یہ (بنی اسرائیل) ایک چھوٹی سے ٹولی کے تھوڑے سے لوگ ہیں“

☆...... یہ بات فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کہی تھی۔

☆...... ہر زمانے کے فرعونوں کا یہی حال رہا ہے کہ وہ اپنے ساتھ لگے انسانوں کے ریوڑوں کی تعداد سے دھوکے میں مبتلا رہتے ہیں۔

جلد ہی زندگی کا بہترین دور شروع ہوگا

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

(ال عمران۔ ۱۴۰)

''یہ تو آتے جاتے دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں''

☆......کون سوچ سکتا تھا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام، جو سالہا سال تک بکریاں چراتے رہے، وہ چند سال بعد ''کلیم اللہ'' بن جائیں گے۔

☆......کون سوچ سکتا تھا کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو شرفاءِ قریش کی بکریاں معمولی معاوضے کے بدلے میں چراتے تھے، چند سال بعد ''خاتم النبیین والمرسلین'' کے منصب پر فائز ہو جائیں گے۔

☆......شاید آپ کی عمر کے خوبصورت ترین دن ابھی آئے ہی نہ ہوں۔

☆......تھوڑی سی محنت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان۔۔۔۔

☆......پھر جلد ہی آپ دیکھیں گے زندگی کا آنے والا دور کتنا خوبصورت ہوگا۔

محبّت... ایک عظیم نعمت

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں ایک بہت بڑی نعمت اپنے بندوں پر یہ ہوتی ہے کہ وہ ان کی محبت اپنی مخلوق کے دل میں ڈال دیتے ہیں۔

☆......اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا:

وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي (طه۔ ۳۹)

''اور میں نے اپنی طرف سے تم پر ایک محبوبیت نازل کر دی تھی''

☆......مفسر ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

''جو شخص بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتا تھا، ان سے محبت ہی کرتا تھا''

☆......ابن المنکدرؒ نے ابو حازمؒ کو ایک مرتبہ کہا: ''بہت سے لوگ مجھے ملتے ہیں، وہ مجھے دعائیں دیتے ہیں حالانکہ میں ان کو نہ پہچانتا ہوں اور نہ ہی میں نے ان کے ساتھ کبھی کوئی بھلائی کی ہوتی ہے'' ابو حازمؒ نے کہا: ''یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ (مریم: ۹۶)

''خدائے رحمن ان کے لئے دلوں میں محبت پیدا کر دے گا''

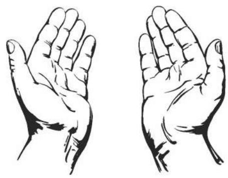

شکوہ وفریاد، صرف اپنے رب سے

قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (یوسف۔۸۶)

''(یعقوب نے کہا:) میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں''۔

☆......سیدنا یعقوب علیہ السلام نے یہ بات تب فرمائی جب وہ اپنے بیٹے کو کھو بیٹھے تھے اور ان کی بینائی بھی چلی گئی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا بیٹا اور ان کی بینائی دونوں کو واپس لوٹا دیا۔

☆......جو شخص اپنا شکوہ کسی کو سنانا چاہے تو چاہیے کہ اس کا رخ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔

اطاعتِ الٰہی کی توفیق نصیب ہو

اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بھی سیدنا نوح علیہ السلام کی طرح اپنے احکامات کے سامنے جھکنے کی توفیق عطاء فرما۔

جب آپ نے انہیں یہ حکم دیا تھا:

اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ (المؤمنون:۲۷)

''(اے نوح!) تم کشتی بناؤ''

تو انہوں نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ ''اے رب! میں اس صحراء میں کشتی کا کیا کروں گا''

اہل محبّت کا فراق، بڑی آزمائش ہے

تفسیر کی کتابوں میں، میں نے جو پُرلطف باتیں پڑھی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ: سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ہدہد پرندے کو جو یہ بات فرمائی:

لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا (النمل: ۲۱)

”میں اسے سخت سزا دوں گا“

☆...... اس بارے میں امام قشیریؒ فرماتے ہیں کہ ”عذاب شدید“ سے مراد یہ تھا کہ ”میں تمہیں، تمہارے محبت کرنے والوں سے الگ تھلگ کر دوں گا“۔

☆...... بے شک محبت کرنے والوں سے انسان کا الگ ہو جانا ایسا ہی ہوتا ہے، جیسے انسان کا سانس تنگ ہو رہا ہو اور دم گھٹ رہا ہو۔

اللہ تعالیٰ پر پختہ اعتماد کا بہترین نمونہ

دس محرم الحرام کا دن تھا،...... سیدنا موسیٰ علیہ السلام بحر قلزم کے کنارے پہنچے،...... یہاں سے فرار کی کوئی جگہ نہیں تھی، ......سمندر ان کے سامنے تھا، اور فرعون ان کے پیچھے تھا، بنی اسرائیل کے لوگ ان کو کہہ رہے تھے:

اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿٦١﴾ (الشعراء: ٦١)

''اب تو پکی بات ہے کہ ہم پکڑ ہی لئے گئے۔''

تب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے انہیں جواب دیا اور یہ جواب وہی شخص دے سکتا ہے، جس اپنے رب پر پختہ اعتماد ہو:

كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾ (الشعراء۔ ٦٢)

''ہرگز نہیں، میرے ساتھ یقینی طور سے میرا پروردگار ہے''

☆...... اے اللہ! ہمیں بھی اپنی ذات عالی پر ایسا ہی یقین عطاء فرما، جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو عطاء فرمایا تھا۔ ہمیں بھی اپنے وعدوں کی ایسی ہی تصدیق نصیب فرما، جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے تصدیق کی تھی۔

☆......اے اللہ! ہمیں اپنی طاقت پر ویسا ہی اعتماد عطاء فرما، جیسے موسیٰ علیہ السلام کو اعتماد فرمایا تھا۔

نیکی کی طرف بلانا، سب سے بڑی خیر خواہی

اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ

(مریم: ۴۵)

”مجھے اندیشہ ہے کہ خدائے رحمن کی طرف سے آپ کو کوئی عذاب نہ آ پکڑے“

☆...... کسی سے محبت کی سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے تیار کیا جائے۔

☆......جو آپ کی آخرت کی فکر نہیں کرتا، وہ حقیقت میں آپ کی فکر نہیں کرتا۔

☆......جب آپ کسی دوست کو گناہ کرتے ہوئے دیکھیں اور اس کو نصیحت نہ کریں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی اُس سے محبت ناقص ہے۔آپ کو اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں اس کا دل نہ ٹوٹ جائے لیکن اس بات کا خوف نہیں کہ وہ جہنم کی آگ میں جلے گا۔

☆......اپنے دوستوں کا ہاتھ پکڑ کر انہیں جنت کی طرف لے جائیں۔

☆......جس دوست کو آپ نیکی کرتا ہوا دیکھیں، اس کی تعریف کریں۔

☆......جس دوست کو آپ گناہ کرتا ہوا دیکھیں تو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف لے آئیں، خواہ اس کی گردن سے پکڑ کر لانا پڑے۔

☆......امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے دوست کو کہا تھا:

''جب تم دیکھو کہ میں گمراہی کے راستے پر جانے لگا ہوں تو میرے کپڑوں سے مضبوطی سے پکڑ کر مجھے زور سے کھینچو اور مجھے کہو:

''اے عمر! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کیونکہ جلد ہی تم مرنے والے ہو''

فَفِرُّوا إِلَى اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑنا بہادری ہے

فَفِرُّوْا إِلَى اللّٰهِ (الذاریات۔ ۵۰)

’’ لہٰذا دوڑو، اللہ کی طرف‘‘

☆ ......دنیا میں ہر فرار لازمی طور پر بُزدلی کا نتیجہ ہوتا ہے...... سوائے اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگنے کے، کہ یہ بہادر

لوگوں کا شیوہ ہے۔

☆......اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑنا، فتح اور کامیابی ہے، یہ ہار اور شکست کا بھاگنا نہیں ہے۔

☆......اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑنا، مضبوط شخص کا فیصلہ ہوتا ہے، یہ کسی کمزور شخص کا فیصلہ نہیں۔

☆...... بہادری کی اور بھی کئی صورتیں ہیں:

☆......آپ قدرت رکھنے کے باوجود گناہ نہیں کرتے...... یہ بھی بہادری ہے، آپ ہر گناہ کے بعد عاجزی کے ساتھ توبہ کر کے واپس پلٹ جاتے ہیں...... یہ بھی بہادری ہے۔ آپ نمازِ فجر کے وقت سُستی چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں...... یہ بھی بہادری ہے۔

☆......مضبوطی اور بہادری صرف جسم کی مضبوطی کا نام نہیں ہے۔

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ درخت پر چڑھے تو بعض صحابہ کرام ان کی کمزور پنڈلیوں کو دیکھ کر ہنسنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھ کر ارشاد فرمایا: (والذي نفسي بيدي لهما أثقل في الميزان من جبل أحد) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ یہ دونوں پنڈلیاں (قیامت کے دن) ترازوئے عمل میں اُحد پہاڑ سے زیادہ وزنی ہوں گے۔

(صحیح ابن حبان:7069)

یہ اللہ تعالیٰ کی پسند اور ناپسند ہے

وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ (التوبة:۴۶)

''لیکن اللہ نے ان کا اُٹھنا پسند ہی نہیں کیا، اس لئے انہیں سُست پڑا رہنے دیا''

☆......جب اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دین کی مخلصانہ خدمت کے لئے استعمال فرمارہا ہے تو جان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کی کیفیات کو دیکھا اور اُسے پسند فرمالیا۔

☆......انسان کی کیا حیثیت ہے؟ لیکن وہ بھی اپنے کام کے لیے گندے آلات استعمال نہیں کرتا، پھر اللہ جل شانہ کی عظمت اس کو کیسے گوارا کرسکتی ہے۔

☆......جو شخص راہ خدا کے سوا کسی راستے پر چل رہا ہے، سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو دیکھا اور ناپسند فرمایا ہے۔

☆......مشہور شخصیات کے غلط کاموں کو دیکھ کر ان سے حسد میں مبتلا نہ ہوں، اگر اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتے تو انہیں اپنی اطاعت کے کاموں میں استعمال فرماتے۔

☆......جن کروڑ پتی لوگوں کے پاس کوئی نیک عمل نہیں، ان سے حسد نہ کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتا تو انہیں بھلائی کے کاموں سے محروم نہ فرماتا۔

دنیا کی زندگی کی حقیقت یہی کچھ ہے

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (فاطر۔۵)

''لہٰذا تمہیں یہ دنیوی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے۔''

☆......دنیا کی زندگی بہت مختصر ہے، اگرچہ آپ کی نظر میں بہت طویل ہو جائے۔

☆......سیدنا حضرت نوح علیہ السلام نے جب سرکنڈوں کا گھر بنایا، تو ان سے پوچھا گیا کہ اتنا کمزور گھر کیوں بنایا

ہے؟انہوں نے فرمایا: یہ ایک مسافر کا گھر ہے۔۔۔وہ ایک ہزار سال سے زیادہ دنیا میں رہے،لیکن وہ اس زندگی کو مختصر ہی سمجھتے تھے۔

☆......رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: مالي وللدنيا، ما أنا في الدنيا الا كراكب استظل تحت شجرة ثم راح يتركها (جامع ترمذی: 2377)

''میرا بھلا دنیا سے کیا تعلق؟ میری دنیا میں ایسی ہی حالت ہے جیسے کوئی سوار تھوڑی دیر کے لئے کسی درخت کے نیچے سایہ حاصل کرنے کیلئے رُکا اور پھر اسے چھوڑ کر روانہ ہو گیا۔''

☆......دنیا کی زندگی، بہت حقیر ہے، اگرچہ آپ کو بہت بڑی لگتی ہو، اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس دنیا کی قدر و قیمت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالی کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتے۔(جامع ترندی:2320)

☆......دنیا کی زندگی، بہت جلد ختم ہونے والی ہے، اگرچہ آپ اس کو باقی رہنے والا سمجھتے ہیں۔

☆......عباسی خلیفہ منصور نے ربیع کو کہا: ''اگر موت نہ ہوتی زندگی کتنی اچھی ہوتی۔'' ربیع نے کہا: ''موت کے بغیر دنیا کی زندگی کا کوئی مزہ نہیں مل سکتا۔'' خلیفہ منصور نے پوچھا: وہ کیسے؟ ربیع نے کہا: ''اگر موت نہ ہوتی تو یہ خلافت آپ تک کبھی نہ پہنچتی۔'' (یعنی آپ کے بڑے زندہ ہوتے تو آپ کیسے خلیفہ بن سکتے تھے)

سب سے بڑی سزا، دل کی سختی

فَوَيْلٌ لِلْقٰسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (الزمر: ٢٢)

''ہاں، بربادی ان کی ہے جن کے دل اللہ کے ذکر سے سخت ہو چکے ہیں''

☆......آپ دیکھیں گے جو نافرمان شخص گناہوں میں اکڑتا پھرتا ہے اور اپنی طاقت کے گھمنڈ میں مبتلا ہے، وہ پوچھتا رہتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ اُسے کیوں سزا نہیں دیتا؟'' ارے جاہل آدمی! تیری اس حالت سے بڑھ کر سخت سزا کیا ہوسکتی ہے۔ تیرے پاس سے جنازہ گزر جاتا ہے لیکن عبرت حاصل نہیں کرتا۔ تو موت کے بارے میں قرآن مجید کی آیات سنتا ہے لیکن نصیحت نہیں پکڑتا۔ تو مسکین شخص کو دیکھتا ہے لیکن تیرا دل اس کے لئے نرم نہیں ہوتا پھر بھی تو پوچھتا ہے کہ'' اللہ تعالیٰ کا عذاب کہاں ہے؟'' بھلا اس سے بھی کوئی شدید پکڑ ہوسکتی ہے کہ انسان کا دل قبرستان کی طرح ویران ہو جائے۔

☆......امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ''کسی بندے کو اس سے بڑی سزا نہیں دی جاتی کہ اس کا دل (نیکی کرنے اور عبرت حاصل کرنے کے معاملے میں) سخت ہو جائے۔''

رزق کے معاملے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں

وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ دَآبَّةٍ لَّا تَحۡمِلُ رِزۡقَهَا ۖ
اَللّٰهُ يَرۡزُقُهَا وَاِيَّاكُمۡ ۖ (العنکبوت۔۶۰)

’’اور کتنے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔
اللہ انہیں بھی رزق دیتا ہے، اور تمہیں بھی۔‘‘

☆......کائنات میں اپنے آس پاس نظر دوڑائیں:

پرندے، مچھلیاں ، مینڈک ، سانپ، بھیڑیا اور تمام

جانور، ان کے نہ کپڑے ہوتے ہیں اور نہ ہی کپڑوں میں جیب۔۔ ان کے کوئی بینک اکاؤنٹس بھی نہیں ہیں۔۔ان کی کوئی لائف انشورنس ہوتی ہے اور نہ ہی بڑھاپے میں ان کو پنشن ملتی ہے۔اس سب کے باوجود یہ جانور صبح کو اٹھتے ہیں اور انہیں اپنے رب پر اعتماد ہوتا ہے کہ وہ ان کو ضرور روزی دے گا۔۔ اسی لئے آپ عام طور پر کسی جانور کو بھوکا مرتے ہوئے نہیں دیکھیں گے۔اس لئے آپ اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کریں۔

☆......اہلِ تاریخ نے یہ دلچسپ واقعہ لکھا ہے:

ایک مرتبہ سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک چیونٹی سے پوچھا: ''ایک سال میں تم کتنے دانے کھالیتی ہو؟'' چیونٹی نے کہا: ''صرف دو دانے۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُس چیونٹی کو ایک ہوادار صندوق میں رکھ کر پاس دو دانے بھی رکھ دیئے۔ایک سال بعد انہوں نے دیکھا تو چیونٹی نے صرف ایک دانہ کھایا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے وجہ پوچھی تو چیونٹی نے کہا:

''جب میں آزاد تھی تو میرا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھا اور میں جانتی تھی کہ وہ مجھے بھول نہیں سکتا۔لیکن جب آپ سے واسطہ پڑا تو مجھے خوف ہوا کہ کہیں آپ مجھے بھول نہ جائیں۔'' (اس لئے میں نے ایک دانہ بچالیا)

نیک کام سے محرومی سب سے بڑی بدقسمتی

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا (آل عمران۔۸)

''اے ہمارے رب تو نے ہمیں جو ہدایت عطاء فرمائی ہے اس کے بعد ہمارے دلوں میں ٹیڑھ پیدا نہ ہونے دے۔''

☆......کیا ہی بہترین دعا ہے! جس شخص نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی لذت چکھ لی ہو وہ ہمیشہ اللہ تعالی سے دور ہو جانے کی وحشت سے ڈرتا رہتا ہے۔اس لئے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہیں کہ وہ ہمیں اپنے قرب کی لذت سے محروم نہ فرمائے۔

☆......کتنے ہی انسان پہلے قریب ہوتے ہیں، پھر واپس پلٹ جاتے ہیں۔

☆......کتنے ہی لوگ پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف آگے بڑھتے ہیں، پھر پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو سمجھتے تھے کہ ثابت قدمی اور استقامت خود ان کے اپنے اختیار میں ہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دروازے سے روک دیا۔

☆......نیکی کرنے کا عادی شخص نیکی کے چھوٹنے سے زیادہ ڈرا اور سہما ہوا رہتا ہے بہ نسبت اس گناہگار شخص کے جو اپنے گناہوں سے ڈرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے لوگ

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ (الملک۔۱۳)

’’جو لوگ بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، ان کے لئے بے شک مغفرت اور بڑا اجر ہے۔‘‘

اس آیت میں جن لوگوں کا تذکرہ ہے،

وہ جانتے تھے کہ ہم لوگوں کی آنکھوں سے تو غائب ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی آنکھ ہمیں دیکھ رہی ہے۔اس لئے انہوں نے باوجود قدرت اور طاقت ہونے کے حرام کو چھوڑ دیا۔ انہوں نے اپنی ناجائز خواہشاتِ نفسانی کو کچل دیا حالانکہ ان کو پورا کرنے پر اُبھارنے والے بہت تھے۔انہوں نے باوجود ہر طرح کی آسانی اور سہولت کے گناہوں سے علیحدگی اختیار کر لی۔انہوں نے خواہشات کو اس لئے نہیں چھوڑا کہ وہ ان کو اچھی نہیں لگتی تھیں، وہ لوگ مال حرام کمانے سے اس لئے باز نہیں آئے کہ انہیں مال اچھا نہیں لگتا تھا۔انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے یہ سب کچھ کیا۔

☆......ان لوگوں کو احساس ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے تو انہوں نے اپنے رب جل شانہ سے حیا کی اور اس کی نافرمانی سے رک گئے۔یہی تو اپنے رب سے بغیر دیکھے ڈرنا ہے کہ: انسان گناہ کو چھوڑ دے حالانکہ اس کو دنیا میں ذلت و رسوائی کا کوئی ڈر نہ ہو۔

لباس آپ کی شخصیّت کی پہچان ہے

قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً

وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ۚ (انمل۔۴۴)

''اس سے کہا گیا کہ: اس محل میں داخل ہو جاؤ، اس نے جو دیکھا تو یہ سمجھی یہ پانی ہے، اس لئے اس نے پائینچے چڑھا کر) اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔''

☆……ملکہ بلقیس (سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کے بنوائے ہوئے) اس صحن کو جس میں شیشے کا فرش بچھایا گیا تھا پانی گمان کر بیٹھی اور اُس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑے اوپر کر لئے تاکہ اُس کو عبور کر لے۔ اندازہ لگائیں کہ ملکہ بلقیس کا لباس کسی حد تک طویل اور باپردہ تھا۔

☆……تاریخ انسانیت کے آغاز سے ہی معزز خواتین کا لباس ہمیشہ ایسا رہا ہے، جو ان کے جسم کو چھپا لیتا تھا۔ عریانیت یعنی برہنہ پن اور بے محابا حُسن و جمال کی نمائش تو، یہ ہمیشہ ان غلط کار خواتین کی نشانی رہی ہے، جو اس طرح مردوں کو فتنے میں مبتلا کرنا چاہتی ہیں۔

☆……اے مسلمان بہن!

اپنے لباس کو دیکھیں! پھر اپنی حیثیت متعین کرلیں۔ آپ ملکہ بلقیس جیسی معزز خواتین کے ساتھ کھڑی ہیں یا خدانخواستہ عورتوں کے دوسرے گروہ کے ساتھ۔

❊……❊……❊

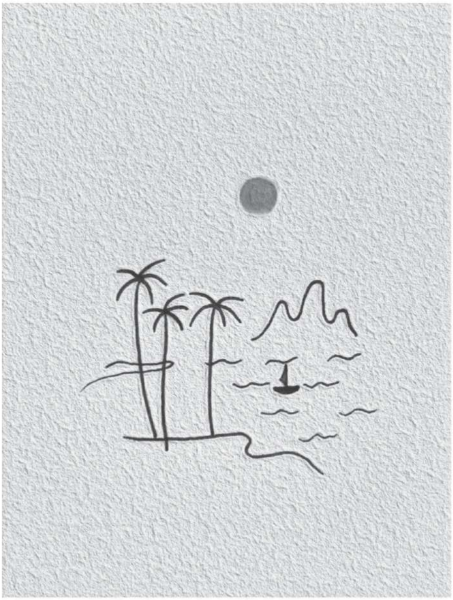

اللہ تعالیٰ سے دل کی مضبوطی مانگیں

وَرَبَطۡنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمۡ (الکھف۔۱۴)

”اور ہم نے ان کے دل خوب مضبوط کر دیے تھے۔“

☆......انسانوں کے دل تو گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو دلوں کو ہدایت پر مضبوط رکھتی ہے۔

☆......ایمان آپ کے دل میں جتنا بھی پختہ ہو جائے ،اللہ تعالیٰ سے استقامت مانگنا نہ چھوڑیں۔

☆...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر یہ دعا مانگتے تھے:

اَللّٰھُمَّ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ (جامع ترمذی۔ (2140

''اے اللہ! اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر مضبوط فرما۔''

☆......اندازہ لگائیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا ہے، جو پوری امت کے نبی اور تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہیں۔

☆......اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں کو مضبوط نہ فرمائے تو شیطان ان کا کھیل بنالیں اور بندوں میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم نہ رہ سکے۔

☆......غار میں پناہ لینے والے نوجوان (جن کا تذکرہ سورہ کہف میں ہے) سچے دین پر تھے اور شہر کے باقی تمام لوگ بتوں کے پجاری تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو مضبوطی عطا فرما دی تو ان کے لئے تمام کام آسان ہو گئے۔

☆......سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل کو اگر اللہ تعالیٰ مضبوط نہ فرماتے تو وہ اپنے بیٹے کو کبھی سمندر میں نہ ڈال سکتیں۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہیں کہ وہ آپ کو ثابت قدمی دے اور آپ کے دل کو مضبوط فرما دے۔

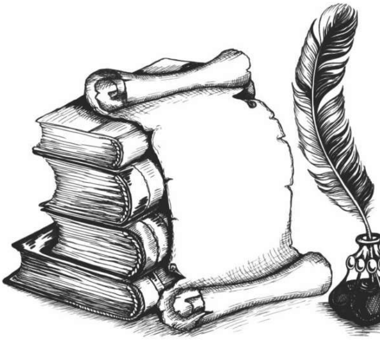

اپنی لکھی ہوئی کتاب پر خود نظرِ ثانی کرلیں!

وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا

(الکہف۔ ۴۹)

’’اور وہ اپنا سارا کیا دھرا اپنے سامنے موجود پائیں گے۔
اور تمہارا پروردگار کسی پر کوئی ظلم نہیں کرے گا۔‘‘

☆......آپ کی زندگی، حقیقت میں ایک کتاب ہے، جو آپ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پڑھیں گے، اس لئے احتیاط کریں کہ آپ بُری کتاب لکھنے والے نہ بن جائیں۔آج اس کتاب زندگی میں وہ ہی کچھ لکھیں جو کل آپ وہاں پڑھ کر شرمندہ اور رسوانہ ہوں۔

☆...... ابھی تک کتاب آپ کے پاس ہے اور اس سے گناہ مٹانے والا ''ربڑ'' استغفار کی شکل میں آپ کے قبضے میں ہے۔

☆......ابھی اس کتاب کے بہت سے صفحات خالی باقی ہیں تا کہ آپ ان میں روشنی بھری تحریریں یعنی نیکیاں لکھ ڈالیں۔اس کتاب کے کچھ صفحات کو صدقہ وخیرات سے بھر دیں۔۔کچھ صفحات پر ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کی نیکیاں درج کر دیں۔کچھ صفحات پر رات کو اٹھ کر پڑھی جانے والی نمازوں کی سطور لکھ دیں اور فاصلے سے ہی سہی کچھ نفلی روزے بھی لکھ دیں۔

☆...... یہ درست ہے کہ کوئی شخص بھی صرف اپنے عمل سے جنت میں داخل نہیں ہو گا۔یہاں تک کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں گا۔''

ہاں! نیک اعمال ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کھینچتے ہیں۔

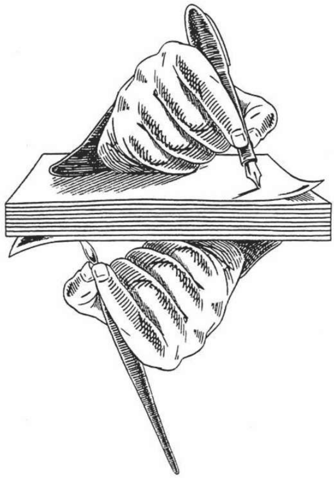

اسباب کو چھوڑ دینا درست نہیں ہے

وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ (مریم۔ ۲۵)

''اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ۔''

☆......اللہ تعالیٰ خوب جانتے تھے کہ کھجور کا تنا تو طاقتور مرد بھی آسانی سے نہیں ہلا سکتا، پھر ایک عورت کے بارے میں

آپ کا کیا خیال ہے، جن کے ہاں ابھی ابھی بچے کی وِلادت بھی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ حکم دیا تھا: ''کھجور کے تنے کو پکڑ کر زور سے ہلاؤ'' تو اس سے ہمیں یہ تعلیم دینا مقصد تھا کہ ہم جو اسباب اختیار کر سکتے ہیں وہ ضرور اختیار کریں اور ہمیں یہ سیکھایا گیا کہ انسان سے کوشش اور سعی اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے۔

☆......اللہ تعالی چڑیا کی خوراک کے لئے کوئی کیڑا یا دانہ پیدا فرماتے ہیں لیکن اس کو چڑیا کے گھونسلے تک نہیں پہنچاتے تا کہ وہ چڑیا خود محنت کر کے اسے حاصل کرے۔

☆......جو رب کریم سیدہ مریم علیہا السلام کو بغیر والد کے اولاد دے سکتا تھا، وہ ان کو بغیر کھجور کا تنا ہلائے تازہ کھجوریں بھی دے سکتا تھا۔ لیکن وہ ہم سے چاہتا ہے کہ ہم اپنی بھرپور محنت، طاقت اور کوشش اچھے کاموں میں لگائیں۔

☆......پھر ساتھ یہ یقین بھی رکھیں کہ یہ صرف اسباب ہی ہیں۔۔۔ نفع اور نقصان ان کے قبضے میں نہیں ہے۔

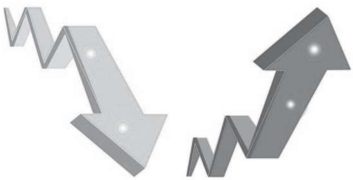

زندگی میں نشیب وفراز آتے ہیں

يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا

(مریم۔۲۳)

’’کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی، اورمر کر بھولی بسری ہوجاتی۔‘‘

☆......انسان پر کبھی ایسا وقت بھی آجاتا کہ ساری دنیا

اس کی نظروں میں تنگ ہوجاتی ہے اور اس کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پوری زمین اُس کے سینے پر آپڑی ہے۔

☆......اس کیفیت کی وجہ کبھی ایمان کی کمی نہیں ہوتی بلکہ زندگی کی سختی اور آزمائش کی شدت کی وجہ سے بھی ایسا ہوتا ہے۔

☆......سیدہ مریم علیہا السلام مضبوط ایمان والی تھیں اور اللہ تعالیٰ پر ان کا اعتماد بھی بہت گہرا تھا، لیکن جو باتیں کی جارہی تھیں، وہ بڑی سخت تھیں اور جو واقعہ پیش آیا تھا بہت اہم تھا۔ان کے پاس بغیر باپ کے پیدا ہونے والا بچہ (سیدنا عیسیٰ علیہ السلام) تھا، جس کو وہ سخت دل قوم کے پاس لے کر آرہی تھیں۔اس لئے دنیا ان کے لئے تنگ ہوگئی اور ان کی زبانِ مبارک سے وہ کلمات نکلے جو پہلے آیت کے ترجمہ میں گزرچکے ہیں۔

☆......کبھی حادثات اور آزمائشیں ہمیں توڑ کر رکھ دیتی ہیں اور ہم پر ایسے مسلسل بھاری دن آتے ہیں کہ ہم خیال کرتے ہیں کہ یہ دن کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

☆......آپ اپنی زندگی گزاریں، اُس کی آزمائشوں اور نعمتوں دونوں کے ساتھ۔۔ لیکن یہ خیال رہے کہ دونوں حالتوں میں آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوں گے تو ضرور اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہوں گے۔

مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا (مریم۔ ۲۴)

’’ پھر فرشتے نے ان کے نیچے ایک جگہ سے انہیں آواز دی کہ غم نہ کرو، تمہارے رب نے تمہارے نیچے ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے۔‘‘

☆......اگر مشکل حالات میں حوصلہ افزائی اور غم خواری سے کوئی بے نیاز ہوسکتا تھا، تو یقیناً پختہ ایمان کی مالک سیدہ مریم بتول علیہا السلام سب سے زیادہ اس سے بے نیاز ہوتیں۔۔لیکن آخر کار وہ بھی ایک انسان تھیں، اس لئے گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی ہمت بڑھائی ہے۔۔۔ہم سب بھی انسان ہیں اور اس بات کے محتاج ہیں کہ کوئی ہمارے دلوں کو مضبوط کرے

اور ہماری حوصلہ افزائی کرے۔

☆......آپ جب کسی شخص کو دیکھیں کہ وہ حالات کی وجہ سے بجھ گیا ہے تو اس کے دل کو حوصلہ دیں اور اس کی ہمت بڑھائیں تاکہ وہ دوبارہ نئے سرے سے روشن ہو جائے۔

☆......سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں میں بہتر اور ایمان کے اعتبار سے بلند تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غار ثور میں ان کے دل کو مضبوط کرنے کے لئے فرمایا:

یا ابا بکر ما ظنك باثنین اللہ ثالثھما (جامع ترمذی۔3098)

یا ابا بکر! لا تحزن ان اللہ معنا

اے ابوبکر ان دو افراد کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔ اے ابوبکر غم نہ کریں، بے شک اللہ تعالی ہمارے ساتھ ہے۔

☆......نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غمگسار اہلیہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا جب انتقال ہو گیا اور آپ کے چچا ابوطالب بھی فوت ہو گئے تو آپ کے مخالفین پہلے سے زیادہ سخت مزاج ہو گئے، تب اللہ تعالی نے آپ کے غم اور دلی صدمہ کو جانتے ہوئے آپ کو اسراء اور معراج کا عظیم اعزاز عطا فرمایا اور آسمان پر بلا کر آپ کو تسلی اور حوصلہ عطا فرمایا۔

☆......کبھی معاملات ایسے تنگ ہو جاتے ہیں کہ ساری دنیا بھی مل کر حوصلہ اور تسلی نہیں دے سکتی۔ ایسے حالات میں کسی کو دلی طور پر مضبوط رکھنا بہت بڑی نیکی ہے۔

یہ سب صبر ہی کی مختلف صورتیں ہیں

إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوٓا ۙ

أَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُونَ (المؤمنون: ۱۱۱)

''انہوں نے جس طرح صبر سے کام لیا تھا، آج میں نے انہیں اس کا یہ بدلہ دیا ہے کہ انہوں نے اپنی مراد پالی ہے۔''

☆......اللہ تعالیٰ کیلئے صبر اختیار کرنا عظیم عبادت ہے۔

☆......گناہوں سے رک جانا بھی صبر ہے اور نیکیوں پر جمے رہنا بھی صبر ہے۔

☆......آپ ناجائز خواہشات پوری کرنے کی طاقت رکھتے تھے، لیکن اس سے باز آ گئے، منظر بہت دلکش تھا لیکن آپ نے اپنی نگاہیں جھکالیں ، رشوت وصول کرنا بالکل آسان تھا اور اس میں رسوائی کا کوئی خطرہ بھی نہیں تھا، لیکن آپ اس سے رک گئے۔ یہ سب گناہوں سے باز رہنے کا صبر ہے اور اللہ تعالی کے ہاں اس کا بہت بڑا اجر ہے۔

☆......آپ کے دل میں مال کی محبت بہت گہری تھی لیکن پھر بھی آپ نے صدقہ کیا، نیند بہت مزے دار تھی لیکن آپ نمازِ فجر کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے ،آپ کی زندگی مصروفیات سے بھری ہوئی تھی لیکن آپ نے اپنے والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کے لئے وقت نکالا۔ یہ سب نیکیوں پر جمے رہنے کا صبر ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بھی بہت بڑا اجر ہے۔

گناہ... دعا کی قبولیت میں بڑی رکاوٹ

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ (ص۔۳۵)

''میرے پروردگار! میری بخشش فرمادے، اور مجھے ایسی سلطنت بخش دے جو میرے بعد کسی اور کے لئے مناسب نہ ہو۔''

☆......سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اپنی دعا کا آغاز توبہ اور استغفار سے فرمایا۔۔ یہ انبیاء علیہم السلام کی فہم اور دانائی کا

ایک نمونہ ہے۔

☆......دعا کی قبولیت میں سب سے بڑی رکاوٹ گناہ ہیں۔۔بسا اوقات بندہ اپنے رب سے کوئی چیز مانگتا ہے۔لیکن بندے اور دعا کی قبولیت کے درمیان اس کا کوئی ایسا گناہ رکاوٹ بن جاتا ہے جس کو مستقل طور پر اپنائے ہوئے ہے۔اس لئے جب دعا کی قبولیت مؤخر ہو رہی ہو تو اپنے معاملات پر نظر ثانی کریں، اپنے ان گناہوں کو دیکھیں جن میں آپ ڈوبے ہوئے ہیں، انہی کی وجہ سے قبولیت دعا روک لی گئی ہے۔

☆......یہ کبھی نہ سمجھیں کہ دعا اس لئے قبول نہیں ہوئی کہ آپ نے کوئی بہت بڑی چیز مانگ لی ہے۔اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی چیز بڑی نہیں ہے۔یہ سیدنا سلیمان علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ سے جنات کی تسخیر، ہواؤں کا کنٹرول اور پرندوں کی زبان سکھائے جانے کی دعائیں مانگ رہے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو سب کچھ عطاء فرما دیا۔کیونکہ انہوں نے دعا کا آغاز ہی توبہ سے کیا تھا، پھر اپنی ضروریات کا سوال کیا۔

لوگوں کے ہاں حقیر... اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم

قَالُوۡا سَمِعۡنَا فَتًى يَّذۡكُرُهُمۡ يُقَالُ لَهٗۤ اِبۡرٰهِيۡمُ ؕ﴿۶۰﴾

(الانبیاء:۶۰)

"کچھ لوگوں نے کہا: ہم نے ایک نوجوان کو سنا ہے کہ وہ ان بتوں کے بارے میں باتیں بنایا کرتا ہے، اسے ابراہیم کہتے ہیں۔"

☆......جی ہاں! سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کی نظر

میں صرف ایک نوجوان تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ ایک امت تھے۔

(سورہ النحل)

☆......اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لئے تمام تکوینی قوانین کو تبدیل فرما دیا تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ آگ ان کے لئے ٹھنڈک اور سرا پا سلامتی بن گئی، آپ کی اہلیہ سیدہ سارہ علیہا السلام انتہائی بڑھاپے کو پہنچ چکی تھیں، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں تندرست فرما دیا اور ان سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے سیدنا اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جب مصر کے بادشاہ فرعون نے سیدہ سارہ علیہا السلام کو اپنے قبضے میں لینا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے سامنے سے تمام غیب کے پردے ہٹا دیئے تا کہ سارا منظر وہ دیکھ لیں اور ان کا دل مطمئن رہے۔

☆......اس لئے آپ لوگوں کی آنکھوں میں اپنی قدر و قیمت نہ تلاش کریں، آپ کی اصل قدر و قیمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا مقام و مرتبہ کیا ہے۔

صبر ہی سلامتی کا راستہ ہے

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ

(یوسف۔ ۱۸)

''اب تو میرے لئے صبر ہی بہتر ہے۔ اور جو باتیں تم بنا رہے ہو، ان پر اللہ ہی کی مدد درکار ہے۔''

☆......سلامتی ہے اُن لوگوں کے لئے جو ہر معاملے کو زیادہ سنجیدگی سے نہیں لیتے۔

☆...... ان لوگوں کے لئے جو ہر لغزش پر رونے نہیں بیٹھ جاتے۔

☆...... ان لوگوں کے لئے جو ہر بات پر سوچنے کھڑے نہیں ہو جاتے۔

☆......ان لوگوں کے لئے جو اپنی غلطی کو دوسروں کے سر نہیں ڈال دیتے۔

☆......اُن لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں کہ یہ دنیا سیاہ و سفید دونوں پر مشتمل ہے اور برائی بھی اس کا ویسے ہی حصہ ہے جیسے بھلائی۔

☆......ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں کہ یہ دنیا صرف آخرت تک پہنچنے کا ایک راستہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہنا اس راستے کی سب سے سلامتی والی ''سواری'' ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حق سب پر مقدم ہے

وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰہُ ؕ (الاحزاب:۳۷)

”حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔“

دیکھیں!

☆......عبادات کو ہمیشہ رسوم و عادات پر مقدم رکھیں۔

☆......حرام سے بچنے کو لوگوں کی نظر میں معیوب کام، سے بچنے پر مقدم رکھیں۔

☆......شرعی حکم کو زمینی حقائق پر مقدم رکھیں۔

☆......سنت پاک کو اپنے رائج اور مانوس طریقوں پر مقدم رکھیں۔

☆......اللہ تعالی کو راضی کرنے کی فکر، لوگوں کو راضی کرنے کی فکر پر مقدم رکھیں۔

دو اہم مواقع...دو بہترین جملے

(۱) عزیز مصر کے ہاں

سیدنا یوسف علیہ السلام گناہ پر قدرت رکھتے تھے لیکن انہوں نے کہا:

مَعَاذَ اللّٰہِ (یوسف: ۲۳) ''میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔''

(۲) بادشاہ مصر کے ہاں

سیدنا یوسف علیہ السلام بھائیوں سے انتقام لینے پر قدرت رکھتے تھے لیکن انہوں نے کہا:

یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ (یوسف۔ ۹۲)

اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے۔

☆......جی ہاں! کبھی ہمارے اخلاق اور رویے کا پتہ ان کاموں سے چلتا ہے جو ہم نہیں کرتے اور ان سے بچتے ہیں۔

کچھ ہمارے درد کا درماں بھی ہو جائے

اے اللہ صرف آپ ہی! سیدنا یعقوب علیہ السلام کے دلی درد کو جانتے تھے جس وقت انہوں نے کہا تھا:

إِنَّمَآ أَشْكُوا بَثِّي وَحُزْنِيٓ إِلَى ٱللَّهِ (یوسف۔ ۸۶)

یعقوب نے کہا: میں اپنے رنج وغم کی فریاد (تم سے نہیں) صرف اللہ سے کرتا ہوں۔

☆......اے اللہ!

اس وقت میرے دل کا بھی کچھ ایسا ہی حال ہے، آپ اپنی رحمت سے مجھے بھی ویسے ہی خوشحالی عطاء فرمائیں جیسے سیدنا یعقوب علیہ السلام کو سیدنا یوسف علیہ السلام کے ملنے کی اطلاع سے خوشی عطاء فرمائی تھی۔

دعا قبول ہونے میں تاخیر کیوں؟

دعاؤں کی قبولیت کبھی مؤخر ہو جاتی ہے۔

☆......کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو آپ کا مقام اور مرتبہ ہے آپ ابھی تک اس پر نہیں پہنچے۔

☆......کیونکہ آپ کے دل میں ایسی سختی ہے، جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ نرمی میں بدل جائے۔

☆......کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ آپ اپنی عادتوں پر جس خود پسندی میں مبتلا ہیں، وہ آپکے دل سے نکل جائے، اور آپ کے دل کا غرور ختم ہو جائے۔

☆......اور آپ کے خیال میں جو دوسروں سے موازنہ ہے کہ آپ تو دوسروں سے بہت بہتر ہیں، یہ بیماری دور ہو جائے۔

☆......اور ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ آپ نے کسی گناہ گار کو دیکھ کر رحم کرنے کے بجائے اُس کی تذلیل و تحقیر کی ہوتی ہے۔

☆......پھر اس سب کے بعد دعا ضرور قبول ہوتی۔

اے اللہ ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں

اے اللہ! ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں:

☆......اس بات سے کہ ہمارے قدم مضبوط ہونے کے بعد پھر لڑکھڑا جائیں۔

☆......اس بات سے کہ ہم جن کاموں سے لوگوں کو منع کریں، خود وہ ہی کام کریں۔

☆......اس بات سے کہ ہماری عبادتوں میں خود پسندی آجائے۔

☆......اس بات سے کہ ہم گناہ گاروں کو مہربانی کے بجائے...... حقارت سے دیکھنے لگیں۔

اے اللہ! ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں:

☆...... ہر ایسی نعمت سے جو ہمیں سرکشی میں مبتلا کر دے۔

☆...... ہر ایسی مصیبت سے جو ہمیں آپ کے فیصلوں پر ناراضگی میں مبتلا کردے۔

☆...... اے اللہ! ہم آپ کے عذاب سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔

☆......اے اللہ! ہم آپ کی پکڑ سے آپ کی طرف ہی دوڑتے ہیں۔

کامیاب انسان، عظیم خواتین کی تربیت سے بنتے ہیں

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے حالات زندگی پڑھیں:

ان کی حقیقی والدہ کو حکم دیا گیا:

فَأَلۡقِيهِ فِي ٱلۡيَمِّ وَلَا تَخَافِيٓ (القصص۔۷)

''اسے دریا میں ڈال دینا، اور ڈرنا نہیں۔''

ان کی پرورش کرنے والی والدہ (سیدہ آسیہ رضی اللہ عنہا) نے کہا:

لَا تَقۡتُلُوهُ (القصص۔۹)

''اسے قتل نہ کرو''

ان کی بہن کے بارے میں ارشاد ہے:

إِذۡ تَمۡشِيٓ أُخۡتُكَ (طٰہٰ۔۴۰)

''اس وقت کا تصور کرو جب تمہاری بہن گھر سے چلتی ہے۔''

جس خاتون سے اُن کی شادی ہوئی، انہوں نے کہا تھا:

يَٰٓأَبَتِ ٱسۡتَـٔۡجِرۡهُۖ (القصص۔۲۶)

''ابا جان! آپ ان کو اجرت پر کوئی کام دے دیجئے۔''

☆......آپ کو دنیا میں کوئی ایسا عظیم انسان نہیں ملے گا، جس کی کامیابی میں خواتین کا حصہ نہ ہو۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

(التوبہ۔ ۴۰)

''جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

☆......کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جیسے کسی نے گلے سے لگا کر تسلی دی ہو۔

☆......کبھی الفاظ ایسے آرام دہ ہوتے ہیں جیسے ماں کی گود۔

☆......کبھی یہ دنیا ہمارے لئے بالکل تنگ ہوجاتی ہے لیکن پھر کسی دوست کی محبت بھری بات اُسے کشادہ کردیتی ہے۔

☆......کبھی حوصلہ بالکل ٹوٹ جاتا ہے، پھر کسی محبت کرنے والے کی شفقت بھری حوصلہ افزائی اس کو جوڑ دیتی ہے۔

☆......کبھی دل بہت غمگین ہوتا ہے، پھر کسی قریبی عزیز کا گلے لگا کر ملنا اسے خوشگوار کردیتا ہے۔

☆......ہم سب دنیا میں بس ایک مہمان کی طرح ہیں، اس لئے ایک دوسرے کے لئے آسانیاں پیدا کرنی چاہئیں۔

زندگی آسان بنانے کا راز

وَحَرَّمۡنَا عَلَيۡهِ الۡمَرَاضِعَ مِنۡ قَبۡلُ (القصص: ۱۲)

''اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر پہلے ہی سے یہ بندش لگادی تھی کہ وہ دودھ پلانے والیاں انہیں دودھ نہ پلاسکیں ۔''

☆......نوزائیدہ موسیٰ علیہ السلام کو بھوک لگی، فرعون کا محل ان کے رونے کی آواز سے گونج رہا تھا، لوگ اس معصوم بچے پر شفقت کا اظہار کر رہے تھے لیکن وہ اللہ تعالیٰ جس نے دودھ پلانے والی عورتوں کو ان پر حرام کر دیا تھا، وہ اللہ ان پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس طرح موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ تک پہنچا دیا۔

☆......ہم جن چیزوں سے محروم رہتے ہیں، اگر ہمیں ان میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا احساس ہو جائے، اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے ہم سے روک دیا ہے، ہمیں ان میں اس کی حکمت کا شعور آجائے، تو ہماری زندگی کا سارا راستہ آسان ہو جائے گا۔

آپ کا ضمیر مُطمَئِن ہونا چاہئے

فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَیَاۤ اَهْلَ قَرْیَةِ ِ اسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا (الکھف:۷۷)

’’چنانچہ وہ دونوں پھر روانہ ہو گئے، یہاں تک کہ جب ایک بستی والوں کے پاس پہنچے، تو اس کے باشندوں سے کھانا مانگا، تو ان لوگوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا۔‘‘

☆...... جب لوگ آپ کی قدر و قیمت سے آگاہ نہ ہوں، تو یاد کریں کہ ایک دن ایسا تھا جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا خضر علیہ السلام جیسی ہستیوں کے لئے بھی کوئی دروازہ کھولنے کیلئے تیار نہیں تھا اور کسی نے انہیں روٹی کا ایک لقمہ تک پیش نہیں کیا تھا۔

☆...... آپ کے لئے یہ کافی ہے کہ آپ اپنی قدر پہچانتے ہوں، خواہ لوگ آپ سے ناواقف ہوں۔

☆...... آپ کے لئے یہ کافی ہے کہ آپ جب سونے کیلئے اپنا سر تکیے پر رکھیں تو آپ کا دل مطمئن ہو، اگرچہ لوگ آپ پر الزام تراشی کر رہے ہوں۔

ایک جامع ترین قرآنی دعا

جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام ''مدین'' پہنچے، تو ان کے پاس کوئی گھر نہ تھا، ان کے پاس کوئی ملازمت نہ تھی، ان کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ تب انہوں نے (پانی بھرنے کے لئے آنے والی خواتین کے ساتھ) نیکی کا معاملہ کیا اور ایک سائے میں جا بیٹھے، اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور یوں عرض کیا:

رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ﴿۲۴﴾

(القصص: ۲۴)

''میرے پروردگار! جو کوئی بہتری تو مجھ پر اوپر سے نازل کردے، میں اس کا محتاج ہوں۔''

☆......ابھی اس دن کا سورج غروب نہیں ہوا تھا کہ ان کو گھر، ملازمت، اور اہلیہ، سب کچھ مل چکا تھا۔

☆......آپ جب بھی کوئی نیکی کریں تو اس کے بعد یہ دعا کرنے کی عادت ڈال لیں۔

اسباب سے مایوسی پر اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے

☆...... جب بھی آپ کے حالات تنگ ہو جائیں تو یاد کریں:

سیدنا نوح علیہ السلام کیسے اپنی کشتی کے ساتھ پہاڑ جیسی موجوں میں تیرتے رہے۔

کیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام آگ سے سلامتی کے ساتھ نکل آئے۔

کیسے سیدنا یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی۔

کیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی سے سمندر میں راستے بنا لیے۔

☆...... اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کشادگی آتی ہے، اس میں سب سے بڑی خوبصورتی یہ ہوتی ہے کہ وہ اُس وقت نصیب ہوتی ہے، جب تمام اسباب ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور بندے کے دل میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے آس باقی نہیں رہتی۔

ایک دعا سے حالات بدل سکتے ہیں

☆......ایک دُعا:

رَّبِّ لَا تَذَرۡ عَلَى الۡاَرۡضِ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ دَيَّارًا ۞

(نوح: ۲۶)

’’میرے پروردگار! ان کافروں میں سے کوئی ایک باشندہ بھی زمین پر باقی نہ رکھیے۔‘‘

کے بعد اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کے انتقام کے لئے ان کی قوم کو پانی میں غرق کر دیا۔

☆......ایک دعا:

هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا (مریم: ۵)

''آپ خاص اپنے پاس سے مجھے ایک ایسا وارث عطاء کر دیجئے۔''

کے بعد اللہ رب العزت نے سیدنا زکریا علیہ السلام کی اہلیہ کو جو بانجھ ہو چکی تھیں، اولاد عطا فرمائی۔

☆......ایک دُعا:

لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾ (الانبیاء۔ ۸۷)

'' تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہر عیب سے پاک ہے، بیشک میں قصوروار ہوں۔''

کے بعد اللہ تعالیٰ نے سیدنا یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات دی۔

☆......ایک دُعا:

فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ إِلَيْهِمْ (ابراھیم: ۳۷)

''لہٰذا لوگوں کے دلوں میں ان کے لئے کشش پیدا کر دیجئے۔''

کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اس فریاد کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو دلوں کے لئے پُرکشش بنا دیا۔

☆......یقین رکھیں! دعا کے ذریعے آپ کے منتشر اور بکھرے ہوئے سارے معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام...ایک عظیم خاتون

حضرت ہاجرہ علیہا السلام۔۔ایک عظیم خاتون

اے اللہ!

ہمیں بھی سیدہ ہاجر علیہا السلام کی طرح اپنے احکام پر صبر و استقامت عطا فرمادے۔

☆...... سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اور ان کے

بیٹے (اسماعیل علیہ السلام) کو ایسی وادی (مکہ مکرمہ) میں چھوڑ دیا، جہاں کوئی چیز نہیں اُگتی تھی، نہ وہاں پانی تھا اور نہ کوئی غم خوار۔

☆......لیکن یہ تمام باتیں سیدہ ہاجر علیہا السلام کیلئے زیادہ اہم نہیں تھی، اس لئے انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ایک ہی بنیادی سوال پوچھا:

''کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟''

جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: ''جی ہاں''

تو انہوں نے کہا:

''ٹھیک ہے پھر آپ جائیں! اللہ تعالیٰ ہمیں ہرگز ضائع نہیں فرمائے گا۔''

اے اللہ! ہمیں بھی ایسا ہی دل عطاء ہو،

اے اللہ! ہمیں بھی ایسا ہی ایمان نصیب ہو،

اے اللہ! ہمیں بھی ایسا یقین نصیب ہو،

اے اللہ ہمیں بھی ایسا صبر نصیب ہو۔

آپ کی ہر کامیابی توفیق الٰہی سے ہے

سیدنا سلیمان علیہ السلام کے وزیر نے اُن کے کہنے پر ملکہ بلقیس کا تخت آنکھ جھپکنے کی دیر میں یمن سے بیت المقدس منتقل کر دیا، اور پھر صرف یہ کہا:

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ (النمل: ۴۰)

''یہ میرے پروردگار کا فضل ہے۔''

☆...... ذوالقرنین نے لوہے کی چادر منگوائیں، اُن کو دہکا کر لال انگارا بنا دیا تو ان پر پگھلا ہوا تانبا ڈال دیا۔ اس طرح انہوں نے ایک عظیم دیوار کے ذریعے جیل تیار کر دیا جس کے پیچھے یاجوج ماجوج قید تھے۔ ذوالقرنین نے بھی پھر یہی کہا:

هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ (الکہف۔ ۹۸)

''یہ میرے رب کی رحمت ہے۔''

☆......کسی بھی منصوبے میں کامیابی کا ادب یہ ہے کہ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ جل شانہ کی توفیق اور عنایت کی طرف کی جائے۔

آپ کی آرزو ضرور پوری ہوگی

☆...... ہر وہ حاجت اور ضرورت جس میں آپ لوگوں سے بے نیاز ہو کر صرف رب کے در کے سوالی بن گئے،

☆...... ہر وہ آرزو جو آپ نے اپنے رب تعالیٰ کو سونپ دی،

☆...... ہر وہ دعا جو آپ نے مانگی اور آپ بھول گئے لیکن اللہ تعالیٰ نہیں بھولے،

☆...... ہر وہ کام جس کی شدید رغبت کی وجہ سے اُس کے لئے دعا مانگتے ہوئے آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

☆......ان سب کیلئے پورے یقین سے کہیں:

يَأْتِ بِهَا اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ (لقمان-١٦)

تب بھی اللہ اسے حاضر کر دے گا۔ یقین جانو اللہ بڑا باریک بین، بہت باخبر ہے۔

دعا...سب سے کارآمد ہتھیار

روئے زمین پر سب سے پہلا جو انتہائی کارآمد ہتھیار استعمال کیا گیا، وہ دعا ہے۔

جس دن سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا تھا:

رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾

(نوح: ۲۶)

''میرے پروردگار! ان کافروں میں سے کوئی ایک باشندہ بھی زمین پر باقی نہ رکھیے۔''

☆......ان لوگوں سے ڈریں جن کے پاس اللہ تعالی کے سوا کوئی پناہ نہیں ہے اور ان کے پاس دعا کے علاوہ کوئی ہتھیار نہیں ہے۔

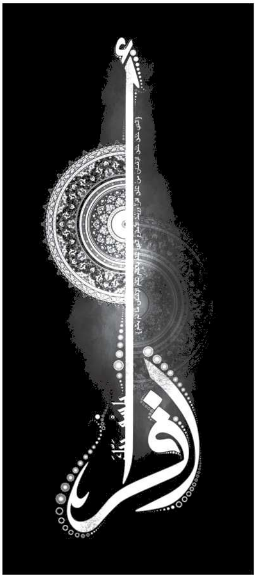

پہلی وحی کے قیمتی اسباق

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ (العلق: ۱)

"پڑھو اپنے پروردگار کا نام لے کر جس نے سب کچھ پیدا کیا۔"

اس سیارے یعنی زمین کا کوئی رہائشی اس بات سے واقف نہیں تھا کہ آج رات زمین کا آسمان سے رابطے کا کوئی

وقت مقرر ہے۔اس وقت کوئی شخص یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ مکہ مکرمہ کے بظاہر ایک تاریک غار سے جلد ہی ایک ایسی روشنی نکلے گی جس سے پوری زمین جگمگا اٹھے گی۔ یہ زمین آسمانی تعلیمات کیلئے تشنہ لب تھی۔ پانچ سو سال سے زیادہ گزر چکے تھے کہ سیدنا جبریل امین علیہ السلام وحی آسمانی لے کر زمین پر تشریف نہیں لائے تھے۔ یہ سیارہ (یعنی زمین) گمراہی سے بھر چکی تھی، پہلی آسمانی کتابوں کے پیروکار اپنی کتابوں میں تبدیلیاں کر چکے تھے۔ زیادہ تر لوگ تو اپنے ہی ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھروں کی عبادت کر رہے تھے اور جن کھجوروں کو پوجتے تھے، ان کو کھا لیتے تھے۔

پھر وہ لمحہ آپہنچا۔جس میں اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان سب باتوں کا اختتام ہو جائے۔۔

وہ نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن پر ''اِقْرَاْ'' کا حکم نازل ہونے والا تھا، انہوں نے علم کی طلب رکھنے والوں اور جاہلوں کو تعلیم دینی تھی۔

☆......وہ یتیم، جن کے والدین بچپن میں فوت ہو چکے تھے، انہوں نے جلد ہی دنیا بھر کے والدین کی رہنمائی کر کے ان کی زندگیوں کو منظم کرنا تھا۔

☆......وہ عظیم ہستی جنہوں نے چند دراہم کے بدلے قریش کی بکریاں چرائی تھیں، ان کے کندھوں پر تمام انسانیت کی نگہبانی کا بوجھ آنے والا تھا۔

☆......وہ شوہر جنہوں نے اپنی اہلیہ کے مال سے تجارت کی تھی، جلد ہی انہوں نے اس پورے جہان کی اقتصادیات کو منظم کرنا تھا۔

☆......نبی صادق وامین نے اسی رات سے اپنی امانت حاصل کرنے کا آغاز کرنا تھا۔

غار میں تاریکی چھائی ہوئی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں وسیع آسمان اور تاحد نگاہ پھیلے ہوئے صحراء پر غور کرتے ہوئے اپنے دل میں یہ فرماتے ہوں گے کہ یہ منظر ناممکن ہے کہ کسی ایسے بت نے بنایا ہو جس کو کوئی وحشی غلام تراشتا ہو، تاکہ قریش کے سردار اس کی عبادت کریں۔۔۔اچانک جبریل امین علیہ السلام آپ کے سامنے ظاہر ہوئے اور انہوں نے بغیر کسی تمہید کے کہا: ''اِقْرَاْ'' پڑھیے!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔'' جبریل امین علیہ السلام نے دوبارہ کہا: ''اِقْرَاْ'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی وہی جواب دیا: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔'' جبریل امین علیہ السلام نے تیسری مرتبہ کہا: ''اِقْرَاْ'' پڑھیے۔ اس مرتبہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب یہی تھا، تب جبریل امین علیہ السلام نے آپ کو قوت کے ساتھ سینے سے لگایا اور کہا: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ① ''پڑھو اپنے پروردگار کا نام لے کر جس نے سب کچھ پیدا کیا۔'' (صحیح البخاری: ۳)

اس آیتِ مبارکہ سے کیا اسباق حاصل ہوتے ہیں؟

پہلا سبق:۔

☆......قرآن مجید کا پہلا کلمہ ''اِقْرَاْ'' تھا یعنی پڑھیے۔

☆......سب سے پہلا حکم ''صَلِّ'' (نماز پڑھیے) یا ''صُمْ'' (روزہ رکھیے) نہیں تھا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادات سے پہلے علم اور عقیدہ ضروری ہے۔ نماز بغیر علم اور عقیدہ کے کبھی صرف جسمانی مشقت بن جاتی ہے۔ روزہ بغیر علم اور عقیدہ کے کبھی صرف ''ڈائیٹنگ''

بن جاتا ہے۔طواف اور سعی بغیر علم اور عقیدہ کے کبھی صرف وزن کم کرنے کی ایک کوشش بن جاتے ہیں۔

قرآن مجید کے پہلے حکم میں یہ نہیں فرمایا گیا: ''جَاهِدْ'' (جہاد کریں) کیونکہ بغیر علم اور عقیدہ کے لڑنے والے کبھی صرف قاتل اور راہزن بن جاتے ہیں۔ پہلا حکم یہ بھی نہیں دیا گیا'' تاجر'' (تجارت کریں) کیونکہ بغیر علم اور عقیدہ کے تجارت سے حلال وحرام کا امتیاز اُٹھ جاتا ہے۔

یاد رکھیں! اللہ تعالیٰ کی عبادت جہالت کے ساتھ نہیں ہوسکتی۔وہ کتاب جس کا آغاز ہی'' اِقْرَاْ '' سے ہوا ہو، اس بات پر راضی نہیں ہوسکتی کہ اس کے ماننے والے جاہل اور خواہش پرست ہوں۔

دوسرا سبق:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی وحی کے بعد جب غار سے اُترے تو آپ بارِ نبوت سے گھبرائے ہوئے تھے اور پسینہ بہہ رہا تھا، اس وقت آپ اپنے چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ، جو شیروں کا شکار کرنے والے بہادر تھے، اُن کے پاس نہیں تشریف لے گئے کہ وہ آپ کی حفاظت کریں۔اسی طرح آپ اپنے مخلص دوست سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھی نہیں گئے کہ وہ آپ کا بوجھ کم کر دیں۔آپ مکہ مکرمہ کے پارلیمنٹ ہاؤس ''دار الندوہ'' بھی نہیں تشریف لے گئے کہ سردارانِ قریش اس سلسلے میں کوئی تعاون کریں۔

ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی کی سچی مونس اور غم خوار ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ

عنہا کے پاس تشریف لے گئے ، یوں سمجھ لیں کہ وہ آپ کے چچا، دوست اور قبیلہ سب کا کردار اکیلے ادا کر رہی تھیں ۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا سارا مال نبی مکرم اللہ کے سامنے پیش کر دیا تھا، کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ اس عظیم رشتے کے بعد مال کی وجہ سے آپس میں علیحدگی ہونا کوئی دانش مندی نہیں ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والد کو تو دیکھا بھی نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ آپ کے بچپن میں ہی فوت ہو گئی تھیں ۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا بھی آپ کے بچپن میں دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بھائی یا بہن نہیں تھے۔ ایسے حالات میں سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھڑی تھیں اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کے ساتھ وفا کی انتہاء کر دی۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں دوسری شادی نہیں فرمائی، کیونکہ بعض خواتین ایسی باصلاحیت ہوتی ہیں کہ ان کی موجودگی میں دوسری عورتیں محض ایک گنتی کا نمبر بن کر رہ جاتی ہیں اور وہ رخصت ہو جائیں تو باقی سب خواتین برابر درجے کی لگتی ہیں۔ اندازہ لگائیں کہ ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو چکا ہے اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ پر غیرت کھاتے ہوئے عرض کرتی ہیں:

’’اے اللہ کے رسول ! آپ ابھی بھی خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کو یاد رکھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے بہتر بیویاں عطاء فرما دی ہیں۔‘‘

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی قسم! اُس نے مجھے خدیجہ سے بہتر بیوی عطا نہیں فرمائی۔''

(صحيح بخاری: 3821)

وفا کی کیا بہترین مثال ہے۔۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندہ بیوی کی دلجوئی کے لئے فوت شدہ بیوی کی بُرائی کو گوارہ نہیں فرمایا، جن کے ساتھ آپ کی زندگی کا ایک طویل عرصہ گزرا تھا۔

جب رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ساٹھ برس سے زیادہ تھی، آپ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو دیکھا جن کی عمر اسّی برس کو پہنچ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر مبارک ان کے لئے بچھا دی اور دیکھنے والوں کے تعجب کو ختم کرنے کے لئے فرمایا: ''هؤلاء صويحبات خديجة' یہ خدیجہ کی سہیلیاں ہیں۔

(لم أقف على تخرجه)

دنیا والوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیں!

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ ﴿٢٠﴾ (یوسف:۲۰)

''اور (پھر انہوں نے یوسف کو بہت کم قیمت میں بیچ دیا جو گنتی کے چند درہموں کی شکل میں تھی، اور ان کو یوسف سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔''

☆...... یہ دنیا تو ایسی ہے کہ:

اس میں سیدنا یوسف علیہ السلام کو غلام بنا کر فروخت کیا گیا۔

اس میں سیدنا نوح علیہ السلام کو باوجود طویل عرصہ تک دعوت دینے کے، جھٹلایا گیا۔

اس میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا گیا۔

اس میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر قرار دیا گیا۔

اس میں سیدنا زکریا علیہ السلام کا سر ایک بدکار عورت کا بطور مہر پیش کیا گیا۔

اس میں خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتھر مارے گئے۔

☆......کیا اس سب کے بعد آپ منتظر ہیں کہ یہ دنیا آپ کے کندھے پر حوصلہ افزائی کے لئے تھپکی دے؟

☆......زمین کا یہ سیارہ ایسا ہی محروم ہے

☆...... یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے دنیا کو کھیتی ہونے کی جگہ بنایا ہے، کھیتی کاٹنے کی جگہ نہیں۔ اس لئے آپ آج اس میں وہ چیز بوئیں جس کا کل کاٹنا آپ کو خوش کر دے۔

☆......عفت مآب خاتون لوگوں کے نزدیک پریشان کن شخصیت ہے۔ اپنے دین پر مضبوطی سے جمے رہنے والا لوگوں کے نزدیک ضدی اور شدت پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا لوگوں کے نزدیک دہشت گرد ہے۔

☆......صدقہ کرنے والا لوگوں کے نزدیک اپنا مال برباد کر رہا ہے۔

☆......مسجد کی طرف اہتمام سے جانے والا لوگوں کے نزدیک فارغ شخص ہے، جس کے پاس جانے کے لئے کوئی اور جگہ نہیں ہے۔

☆......قرآن مجید کی قرآت سیکھنے والا لوگوں کے نزدیک بے کار محنت میں لگا ہوا ہے، حالانکہ ہم اقراء والی امت ہیں۔

☆......دیکھیں! آپ اپنے کردار کو درست رکھیں اور لوگوں کی نظروں سے گر جائیں، یہ اس سے بہتر ہے کہ آپ لوگوں کو راضی کر لیں اور اپنی نظروں سے گر جائیں۔

باطل کے وقتی غلبہ کی وجہ سے مایوس نہ ہوں

قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلٰى ﴿٦٨﴾ (طه:٦٨)

”ہم نے کہا: ڈرو نہیں یقین رکھو تم ہی تم سربلند رہو گے“

☆...... باطل صرف ایک معرکہ جیت سکتا ہے اور حق پوری جنگ جیت لیتا ہے۔

☆......نمرود کی جیت صرف ایک معرکہ کی حد تک تھی، لیکن سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے پوری جنگ جیت لی تھی۔

☆......فرعون نے بظاہر ایک معرکہ جیتا تھا، لیکن سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے پوری جنگ میں فتح حاصل کی تھی۔

☆......مکہ مکرمہ سے خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خفیہ طور پر رات کے اندھیرے میں نکلے تھے لیکن پھر دن کی روشنی میں، ہر سمت سے آپ کا لشکر فاتحانہ طور پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔

☆......باطل کا کسی ایک معرکے میں غالب آنا، آپ کو فتنے میں مبتلا نہ کرے۔حق کا ابھی تک جنگ نہ جیتنا، آپ کا "حق" پر اعتماد ختم نہ کرے۔۔اللہ تعالیٰ باطل کو مہلت دیتے ہیں تا کہ وہ دھوکے میں مبتلا رہے۔

☆......اللہ تعالیٰ حق کی مدد کو کئی مرتبہ اس لئے مؤخر کرتے ہیں تا کہ اہلِ حق میں سے صرف خالص لوگ رہ جائیں۔

☆......جب باطل اپنی بلندی کی انتہا پر پہنچے تو سمجھ جائیں کہ اب حق کی فتح قریب آ پہنچی ہے۔کائنات میں اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہی ہے کہ جب بھی کوئی چیز اپنی انتہا کو پہنچی ہے تو اس کی واپسی کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔

یاد رکھیں! رات کے اندھیرے جب بہت گہرے ہو جاتے ہیں تو فجر کی روشنی نمودار ہونے کا وقت قریب آ چکا ہوتا ہے۔

دل تاریک ہو تو ظاہری روشنی کا کیا فائدہ

فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٨٧ (الانبیاء:۸۷)

’’پھر انہوں نے اندھیریوں میں سے آواز لگائی کہ: (یا اللہ!) تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہر عیب سے پاک ہے بیشک میں قصوروار ہوں‘‘

☆...... انسان کا اصل معاملہ شمعوں، چراغوں اور قندیلوں کا نہیں۔ انسان کا سارا معاملہ ہمیشہ اس کے دل کے ساتھ ہوتا ہے۔

☆......اگر آپ کے دل میں نور ٹھاٹھیں مار رہا ہے تو ساری دنیا کی روشنیاں بجھ جانا بھی آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

☆...... اگر آپ کا دل تاریک ہے تو سورج اور چاند دونوں جمع ہو کر بھی آپ کے وجود پر روشنی ڈالتے رہیں تو آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

☆......سیدنا یونس علیہ السلام کو دیکھیں! ان پر تہہ در تہہ تین اندھیرے چھا گئے تھے: رات کا اندھیرا، سمندر کا اندھیرا اور مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا۔

پھر ان اندھیروں نے ان کا کچھ بگاڑ لیا؟

اس لئے جس اندھیرے کا تعلق دل سے نہ ہو، اس سے نمٹنا آسان ہے۔

☆ ...... سیدنا یونس علیہ السلام کو دیکھیں! وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جھوٹ، فخریہ باتوں اور دکھلاوے سے بچایا ہوا تھا۔ جب وہ غصہ بھی ہوئے تو ان کا غصہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی تھا۔ پھر جب وہ مچھلی کے پیٹ میں پہنچ گئے تو انہوں نے عرض کیا:

لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

"(یا اللہ!) تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہر عیب سے پاک ہے بیشک میں قصوروار ہوں"

یہ دعا کون مانگ رہے ہیں؟ جو معصوم نبی ہیں۔

اندازہ لگائیں! سیدنا یونس علیہ السلام کا اپنے رب کے ساتھ ادب کا انداز کتنا اعلیٰ تھا اور ان کی دعا کے الفاظ کتنے شاندار تھے۔ انہوں نے اپنی کسی عبادت اور اطاعت پر فخر نہیں کیا، بلکہ اپنے آپ کو ہی قصوروار ٹھہرایا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا۔

☆ ...... ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم دو رکعت نماز پڑھ لیتے ہیں تو یوں لگتا ہے، جیسے ہمیں جنت کی ضمانت مل گئی اور اب بس مرنے کی دیر ہے۔

☆ ...... اپنے دلوں کی نگرانی کرتے رہیں:

کیونکہ پوری دنیا بھی روشن ہو جائے تو کسی تاریک دل کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

☆ ...... ہمیشہ یاد رکھیں:

ہر وہ تاریکی جو دل سے باہر ہے، اس سے نمٹنا آسان ہے۔

شیطان کیسے حرام کو مزین کر کے پیش کرتا ہے

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا
رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۠ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ
فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ (البقرة: ۳۵)

''اور ہم نے کہا: آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور اس میں سے جہاں سے چاہو جی بھر کے کھاؤ مگر اس درخت کے پاس بھی مت جانا ورنہ تم ظالموں میں شمار ہو گے۔''

☆......جنت، جس کو اللہ نے ٹھہرنے کی جگہ قرار دیا ہے، وہ بھی آزمائش سے خالی نہیں، تو تصور کرو، یہ دنیا کی زندگی، جس کو گزرگاہ قرار دیا گیا ہے، اس میں کتنی آزمائشیں ہوں گی؟ لیکن، اللہ کی رحمت دیکھو کہ جنت کے ایک درخت کو حرام قرار دیا اور باقی تمام درختوں کی اجازت دے دی۔

☆......بہرحال شیطان کا تو کام ہی ہے کہ حرام چیزوں کو لوگوں کی نظر میں اچھا بنا کر پیش کرے، یہ حرام درخت دوسرے درختوں سے مختلف نہیں تھا، لیکن شیطان تو لوگوں کی کمزوری سے فائدہ اُٹھانا خوب جانتا ہے۔ اس نے سیدنا آدم علیہ السلام کو دائمی زندگی کا حوالہ دے کر بہکایا، یہ اس نے سیدنا آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت میں کیا، حالانکہ وہاں اللہ نے آدم علیہ السلام کو بھوک اور لباس سے بے نیاز کر رکھا تھا۔

ذرا غور کریں! شیطان اس دنیا میں تمہارے ساتھ کیا کیا کرتا ہوگا، جب کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اسباب اور محنت کی جگہ بنایا ہے۔ اس میں تو بندے کو محنت بھی کرنی ہے اور تھکنا بھی ہے، یہاں تو بیماری اور عاجزی بھی ہمارے ساتھ ہیں، لیکن مسئلہ تو دنیا میں بھی وہ ہی ہے، حلال کی کشادگی اور حرام کی تنگی میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا ہے۔

☆......ابلیس لوگوں کی نگاہ میں حلال کی تلاش کو مشکل بنا کر پیش کرتا ہے اور حرام کو آسان بنا کر پیش کرتا ہے۔

☆......اللہ نے سود کو حرام قرار دیا، اور کسبِ حلال کے دوسرے بہت سے طریقوں کی اجازت مرحمت فرما دی۔ لیکن ابلیس اس بات کی پوری کوشش کر ڈالتا ہے کہ سود کو رزق کا

آسان ترین ذریعہ بنا کر پیش کرے، حالانکہ یہ سود جتنا بھی بڑھ جائے، اس میں بالکل بھی برکت نہیں ہوتی۔

☆......اللہ نے شراب کو حرام قرار دیا، اور دوسرے بہت سے مشروبات کی اجازت دے دی، لیکن ابلیس کی ساری کوشش یہی رہتی ہے کہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ شراب نوشی کی ترغیب دے۔

☆......اللہ نے خنزیر کے گوشت کو حرام قرار دیا، اور حلال جانوروں کے گوشت کی اجازت دے دی، لیکن ابلیس کی ساری کوشش یہی رہتی ہے کہ حرام کردہ گوشت کو لوگوں کے لیے لذیذ ترین بنا کر پیش کرے۔

☆......اللہ نے زنا کاری کو حرام قرار دیا، اور نکاح کی اجازت دے دی، لیکن ابلیس لوگوں کو زنا کاری کی طرف رغبت دلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا۔

☆......اگرچہ ہم جنت سے نکلے ہوئے لوگ ہیں، تاہم دنیا کے اس اسٹیشن پر ہمارے سامنے دو طرح کی ٹرینیں ہیں، ایک ٹرین جنت کی طرف جانے والی ہے اور دوسری ٹرین جہنم کی طرف لے جانے والی ہے!

☆......اب یہ ہمارے اختیار میں ہے کہ کس ٹرین پر سوار ہوتے ہیں۔

رزق کے بارے میں زیادہ پریشان نہ ہوں

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا

وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ط

كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ ۞ (هود: ٦)

''اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ نے اپنے ذمے نہ لے رکھا ہو وہ اس کے مستقل ٹھکانے کو بھی جانتا ہے، اور عارضی ٹھکانے کو بھی۔ ہر بات ایک واضح کتاب میں درج ہے۔''

☆......انسان جس چیز کے لیے سب سے زیادہ بھاگ دوڑ کرتا ہے، وہ رزق ہے، اور خاص بات یہ ہے کہ انسان کو اتنا ہی رزق ملتا ہے جو اس کے لیے لکھا ہوتا ہے، چاہے وہ کتنا ہی محنت کر لے۔

☆......انسان جس چیز سے سب سے زیادہ بھاگتا ہے، وہ اس کی موت ہے، اور خاص بات یہ ہے کہ وہ اپنی مدتِ معینہ سے زیادہ ایک لمحہ بھی نہیں جی سکتا، چاہے وہ کتنا ہی بھاگنے کی

کوشش کر لے۔

☆......اس دنیا کا مہمان بننے سے پہلے ہی، ہمارا رزق اور ہماری موت، دونوں کی تفصیلات لکھ دی جاتی ہیں۔ اور مہمان کو اتنا ہی کچھ کھانے کو ملتا ہے جتنا اس کا میزبان اسے کھلانے کے لیے تیار ہو۔ اور اس کو اتنی ہی مہلتِ عمر نصیب ہوتی ہے، جتنی مہلتِ عمر مالک اسے دینا چاہے گا۔

اب سکون سے اس بات پر غور کریں!

☆......گندم کی فصل کسی ایک شہر میں ہوتی ہے، اور اس سے آٹا اور روٹی دوسرے شہر میں جا کر تیار ہوتے ہیں۔ پھر وہ روٹی آپ تک پہنچتی ہے، کیوں کہ آپ کے اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی وہ روٹی آپ کے رزق میں لکھ دی گئی تھی۔

اسی طرح سے، آپ کے منہ تک ایک لقمہ پہنچانے کے لیے ہزاروں مزدور دن رات کام کر رہے ہوتے ہیں۔ پھر آپ بھی اور آپ کے ساتھ ہزاروں دوسرے لوگ بھی، دوسروں کے منہ تک لقمہ پہنچانے کے لیے کام پر لگے ہوتے ہیں، کیونکہ اُن دوسرے افراد کے لیے بھی اس دنیا میں آنے سے پہلے ان کا رزق لکھا جا چکا تھا۔

☆......ایک اور خاص بات یہ ہے کہ اگر انسان اپنے رزق سے بھی اسی طرح بھاگنے کی کوشش کرے جس طرح وہ اپنی موت سے بھاگتا ہے، تو اس کا رزق بھی اس کا پیچھا کرتے ہوئے اس سے اسی طرح جا ملے گا جس طرح اس کی موت اس کا پیچھا کرتے ہوئے اس سے جا ملتی ہے۔

☆......وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ (کوئی بھی جان دار) عربی زبان میں زمین پر رینگنے والے جانداروں کو 'دابّہ' کہا جاتا ہے۔ جیسے جو چیز بلندی پر ہو، سایہ دے، اسے 'سماء' کہا جاتا ہے۔

☆......تمام انسانوں کا رزق اللہ رب العزت کے یہاں رزق کی کتاب کے محض ایک صفحے پر درج ہے۔ ہم سات ارب انسان ہیں، لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ سات ارب ہونے کے بعد بھی ہم اس سرزمین پر رہنے والی مخلوقات کے درمیان ایک معمولی سی اقلیت میں ہیں کیونکہ اس زمین پر بسنے والے ہر انسان کے بالمقابل یہاں ہزار سے زائد تو صرف چیونٹیاں ہی رہتی ہیں۔

☆......اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (مگر یہ کہ اللہ کے ذمے اس کا رزق ہے) اس آیت میں 'اِلَّا' حصر کے لیے آیا ہے (یعنی رزق عطا کرنا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

☆......جو لوگ بھی دوسروں تک رزق پہنچانے کا کام کرتے ہیں، وہ سب اسباب کی حیثیت رکھتے ہیں، اور وہ اسی مقدار میں اور وہی رزق پہنچاتے ہیں جو رزق کے رجسٹر میں رازق حقیقی نے لکھ رکھا ہے۔

☆......وہ فرشتے جو بارش پر مامور ہیں، وہ اس کھیت میں ایک بوند بھی نہیں گرا سکتے، جس کے لیے انہیں اللہ کی طرف سے اجازت نہ حاصل ہو، وہ صدقہ جو آپ ایک فقیر کو دیتے ہیں، وہ اس کا متعین رزق ہے، جو اللہ نے آپ کی جیب میں رکھ دیا تھا۔

☆......یقیناً ہر چیز بہت تفصیل اور وضاحت سے لکھی ہوئی ہے، لہٰذا سکون اور اطمینان سے رہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز بننے کی کوشش کریں!

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا (الاحزاب: ٦٩)

''اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے رتبے والے تھے۔''

☆...... یہ اللہ تعالیٰ کا قائم کیا ہوا معیار ہے، انسانوں کا نہیں!

سیدنا نوح علیہ السلام کی لوگوں نے تکذیب کی، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینک دیا، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے خلاف قتل کی سازش کی، سیدنا صالح علیہ السلام کو پریشان کر ڈالا، سیدنا شعیب علیہ السلام کی نافرمانی کی، سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالا، سیدنا زکریا علیہ السلام کو لوہے کی کنگھیوں سے کاٹ ڈالا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دینی چاہی اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تو سب کچھ کیا۔

مکہ میں لوگوں نے ان کی تکذیب کی، طائف میں لوگوں نے ان پر پتھر پھینکے، ان کے گھر کے قریب چھپ کر لوگوں نے ان کے قتل کی منصوبہ بندی کی، ہجرت کے راستے میں لوگوں نے ان کو پکڑنے کی کوشش کی، بدر واحد میں لوگوں نے

ان سے جنگ کی، خندق میں لوگوں نے ان کا محاصرہ کیا، گوشت میں ان کو لوگوں نے زہر ملا کر دیا۔

☆......پھر آخر لوگوں سے کیا اُمید رکھی جائے؟

آپ اپنا مال صدقہ کرتے ہیں تو آپ پر ریا کاری کا الزام آتا ہے، مال خرچ نہیں کرتے تو بخل کا الزام آتا ہے، لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں تو عیب جوئی کا الزام آتا ہے، خاموش ہو جاتے ہیں تو بزدل قرار پاتے ہیں، تجارت کرتے ہیں تو مال کے پیچھے بھاگنے والے قرار پاتے ہیں، گھر میں بیٹھ رہیں تو بے کاری کا الزام آتا ہے، تنقید کریں تو کہا جاتا ہے کہ عیب کی تلاش میں پڑے رہتے ہیں، خاموش ہیں تو کہا جاتا ہے کہ ہماری چیزوں میں دل چسپی نہیں رکھتے۔

☆......یہی لوگوں کا حال ہے ان میں کچھ بہت قیمتی ہیں، لیکن اکثر کا یہی حال ہے، لہٰذا تم اپنا کردار خود طے کرو! یہ بات درست ہے کہ جو لوگوں کو دیکھنے میں لگا رہتا ہے وہ غم سے مر جاتا ہے، لیکن جو اِن لوگوں کو اپنی زندگی کا رُخ متعین کرنے کی اجازت دے دیتا ہے، وہ تو غم، تکلیف اور افسوس میں گھل گھل کر مرتا ہے، لوگوں کی خوشی ایک ایسی منزل ہے جس کو حاصل کرنا کسی صورت ممکن نہیں، لہٰذا، اس بات کو ہمیشہ یاد رکھو:

وَكَانَ عِندَ اللَّهِ وَجِيهًا (الاحزاب: ٦٩)

''اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے رتبے والے تھے۔''

توبہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٢٢٢﴾

(البقرة: ٢٢٢)

''بیشک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی طرف کثرت سے رجوع کریں اور ان سے محبت کرتا ہے جو خوب پاک صاف رہیں۔''

☆......اَلتَّوَّابِينَ: یہ مبالغے کا لفظ ہے، یعنی بہت زیادہ توبہ کرنے والے، مبالغے کا لفظ اسم فاعل کے عمل میں مبالغے کی طرف اشارہ کرتا ہے، کہ وہ فلاں یہ کام بہت زیادہ کرتا ہے، یہاں مفہوم ہوگا، ''وہ بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں۔'' کیونکہ وہ بہت زیادہ توبہ کرتے ہیں، اس لیے اس کا لازمی مفہوم ہوگا کہ ان سے گناہ بھی بہت ہوتے ہیں۔

☆......اس لفظ کے انتخاب میں اللہ کی رحمت کا پہلو دیکھیں:

یہ نہیں کہا کہ بہت زیادہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا

ہے۔

یہ بھی نہیں کہا کہ بہت زیادہ توبہ کرنے والوں کی بخشش فرما دیتا ہے۔

یہ بھی نہیں کہا کہ بہت زیادہ توبہ کرنے والوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

بلکہ کہا: بہت زیادہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

ہاں، وہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو غلطی کرتے ہیں اور اللہ کی طرف لوٹ آتے ہیں، وہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو صبح میں غلطی کرتے ہیں اور شام تک اللہ کے پاس لوٹ آتے ہیں۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ بہت زیادہ توبہ کرنے والوں کو اس لیے پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے گناہوں میں آگے بڑھتے چلے جائیں۔

بلکہ اس لیے کہا کہ:

اللہ تعالیٰ کو یہ نہیں پسند کہ شیطان بندے اور رب کے درمیان حائل ہو جائے، اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ گناہ جتنے بھی بڑے ہوں اللہ تعالیٰ کی رحمت ان سے بھی بڑھ کر ہے، اور غلطیاں جتنی دفعہ بھی ہو جائیں، جب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں گے، اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔

☆......اللہ تعالیٰ بندوں کی توبہ سے تھکتا نہیں،

یہاں تک کہ بندے خود توبہ کرتے کرتے تھک جائیں۔

دنیا کے پیچھے ہرگز نہ بھاگیں

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ (الفاطر:۵)

''لہٰذا تمہیں یہ دنیوی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے، اور نہ اللہ کے معاملے میں تمہیں وہ (شیطان) دھوکے میں ڈالنے پائے جو بڑا دھوکے باز ہے۔''

☆......حضرت نوح علیہ السلام سے ہزار سال کی عمر کے بارے میں معلوم کریں، تو وہ کہیں گے کہ عمر جتنی بھی طویل ہو جائے، یہ بہت مختصر ہے۔

☆......حضرت سلیمان علیہ السلام سے دولت کے بارے میں پتہ کریں، حالانکہ وہ مشرق و مغرب اور انسانوں، جِنّوں اور جانوروں سب پر حکومت کرتے تھے، تو وہ کہیں گے کہ انسان جتنا بھی جمع کر لے وہ محتاج ہی رہے گا۔

☆......حضرت داؤد علیہ السلام سے طاقت کے بارے میں پتہ کریں، حالانکہ ان کے لیے تو لوہا بھی پگھلا دیا گیا تھا، تو وہ کہیں گے کہ انسان جتنا بھی طاقت حاصل کر لے وہ کمزور ہی رہے گا۔

☆......فرعون سے سمندر کے بارے میں پوچھیں، جبکہ وہ اسی میں غرق کر دیا گیا تھا، تو وہ کہے گا کہ سمندر کے نمک نے بادشاہت کی تمام مٹھاس ختم کر دی۔

☆......نمرود سے پوچھیں، جس کے سر میں ایک مچھر گھس گیا تھا، تو وہ کہے گا کہ جوتے کھانے کی ذلت نے اس کی ساری عزت خاک میں ملا دی۔

☆......ظالموں اور نافرمانوں سے پوچھ لیں، ان کی زندگی سے حاصل ہونے والا سب سے بڑا اسبق کیا ہے، تو وہ سب کہیں گے:

''دنیا کی محبت میں گرفتار نہ ہونا''

سائنس تبدیل ہوسکتی ہے، قرآن مجید نہیں

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

(البقرة:۳)

''جو بے دیکھی چیزوں پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔''

☆.....صحیح سائنسی معلومات کبھی دین کی مستند تعلیمات سے متعارض نہیں ہوسکتیں، سائنس نے ایک ایک مسئلے میں کئی کئی بار اپنی رائے کو تبدیل کیا ہے، جبکہ قرآن مجید چودہ سو سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے بعد بھی اصل حالت میں موجود ہے۔ سائنس کا سفر جتنا آگے بڑھتا جائے گا، قرآن کی صداقت اور عظمت کا اعتراف اتنا ہی بڑھتا جائے گا۔ حالانکہ قرآن مجید

اپنی صداقت کے ثبوت کے لیے سائنس اور سائنس دانوں سے بالکل بے نیاز ہے۔

☆......بہت ہی بے چارے لوگ ہیں، جو انہی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں، جنہیں وہ اپنے حواس سے دیکھ پاتے ہیں۔

☆......بہت ہی بے چارے لوگ ہیں جو سائنس کی غیبی باتوں پر تو یقین کر لیتے ہیں، لیکن دین کی غیبی تعلیمات کو نہیں مانتے۔

☆......بہت ہی بے چارے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں، صرف اس وجہ سے کہ وہ اسے دیکھ نہیں سکتے، اور الٹرا وائلٹ شعاعوں کو مان لیتے ہیں، حالانکہ انہیں بھی وہ دیکھ نہیں سکتے۔

☆......بہت ہی بے چارے لوگ ہیں جو فرشتوں کا اس وجہ سے انکار کرتے ہیں کہ وہ انہیں دیکھ نہیں سکتے، حالانکہ وہ سرخی کے نیچے کی شعاعوں (انفرا ریڈ شعاعیں) کو مان لیتے ہیں، حالانکہ انہیں بھی وہ دیکھ نہیں سکتے۔

☆......بہت ہی بے چارے لوگ ہیں جو "براق" (سفر معراج میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کا جانور) کی رفتار کا تو انکار کرتے ہیں، لیکن روشنی کی رفتار کو مان لیتے ہیں۔

☆......وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ جب لوگوں کا علم کہتا تھا کہ زمین بیل کی دو سینگوں پر کھڑی ہے، تو اس وقت بھی ہمارا قرآن صاف طور پر کہہ رہا تھا:

كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (الانبیاء: ۳۳)

"سب کسی نہ کسی مدار میں تیر رہے ہیں۔"

☆......وہ بھول جاتے ہیں کہ جب لوگوں کا علم کہتا تھا کہ زمین مسطح (فلیٹ، ہموار) ہے، اس وقت بھی قرآن صاف طور پر کہہ رہا تھا:

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا (النازعات: ۳۰)

''اور زمین کو اس کے بعد بیضوی شکل دے دی۔''

☆......جب فرضی کہانیاں اور جادوئی قصے کی کہانیاں عام تھے، اس وقت قرآن مجید نے ہمیں جنات اور ستاروں کے مقامات سے واقف کرایا تھا۔

☆......جس دین میں علم حاصل کرنا فرض ہے، اس کا علم کے خلاف کھڑا ہونا محال ہے، کیونکہ اس صورت میں وہ خود اپنے آپ کے خلاف کھڑا ہو جائے گا۔

☆......ہمارا دین اس علم کے خلاف ہے جو کائنات پر اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کا اعتراف نہیں کرتا، یہ حماقت بھرا علم ہے، جس میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ کائنات وجود میں آ گئی، کیونکہ اس کے یہاں اس کائنات کے وجود کی کوئی دوسری تفسیر موجود ہی نہیں۔

☆......علم کی تاریخ کا سب سے روشن زمانہ وہ ہے، جب مسلمانوں نے اس کی قیادت کی تھی، یہ وہ دور تھا جب علم کے ساتھ دین بھی تھا۔

یاد رکھیں!

☆......ایمان کے بغیر علم، الحاد اور بے دینی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

☆......اور حقیقی علم کے بغیر ایمان صرف بے بنیاد باتوں کا مجموعہ بن جاتا ہے۔

دو عظیم خواتین کی دو فراست پر مبنی باتیں

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑨ (القصص: ۹)

''اور فرعون کی بیوی نے (فرعون سے) کہا کہ: یہ بچہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اسے قتل نہ کرو، کچھ بعید نہیں کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے، یا ہم اسے بیٹا بنا لیں۔ اور (یہ فیصلہ کرتے وقت) انہیں انجام کا پتہ نہیں تھا۔''

☆...... یہ خاتون تاریخ کی عظیم ترین مؤمنہ خواتین میں سے ایک ہیں، باوجود اس کے کہ یہ تاریخ کے ایک بہت ہی مشہور کافر حکمران کی بیوی تھیں، یہ تاریخ کی چار باکمال خواتین میں سے شمار ہوتی ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كمل من الرجال كثير، ولم يكمل من النساء الا

اربع، مریم ابنته عمران، وآسیا زوجة فرعون، وخدیجة بنت خویلد، وفاطمة بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

''مردوں میں بہت سے باکمال افراد گزرے ہیں، لیکن خواتین میں صرف چار باکمال خواتین گزری ہیں: مریم بنت عمران، آسیہ زوجہ فرعون، خدیجہ بنت خویلد، اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' (صحیح البخاری:3411)

☆......اس آیت کا ایک خوبصورت پہلو یہ ہے کہ اس میں تاریخ کی دو اہم سمجھداری کی باتوں میں سے ایک کا تذکرہ ہے۔ زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ دونوں سمجھداری کی باتیں خواتین ہی کی ہیں، اس سے بھی زیادہ خوبی کی بات یہ ہے کہ یہ دونوں سمجھداری کی باتیں ایک ہی شخص، یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعلق ہیں۔

☆......پہلی بات حضرت آسیہ کا یہ قول ہے:

عَسٰى أَنْ يَّنْفَعَنَا (کیا عجب کہ یہ بچہ ہمارے لیے مفید ثابت ہو۔)

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اُن کے لیے بیٹے بھی تھے اور نبی بھی تھے، جن پر آپ ایمان لائیں اور جنہوں نے آپ کو جنت تک پہنچایا، یقیناً جنت میں جانے سے بڑا فائدہ اور کیا ہوگا۔

☆......دوسری فراست کی بات ایک نیک صالح کی بیٹی نے کہی تھی، اس نے موسیٰ علیہ السلام سے متعلق اپنے والد سے کہا تھا:

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ (القصص:٢٦)

’’ان دونوں عورتوں میں سے ایک نے کہا: ابا جان! آپ ان کو اجرت پر کوئی کام دے دیجیے۔ آپ کسی سے اجرت پر کام لیں تو اس کے لئے بہترین شخص وہ ہے جو طاقتور بھی ہو، امانت دار بھی۔‘‘

☆......موسیٰ علیہ السلام مضبوط بھی بہت تھے اور امانت دار بھی بہت تھے، پھر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہر حال میں نافذ ہو کر رہتا ہے، فرعون کو دیکھیں، موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے اس نے ہزاروں بچوں کو ذبح کر ڈالا تھا، کیونکہ اس کو خوابوں کی تعبیر بتانے والوں نے اسے بتایا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے، جس کے ہاتھوں تمہاری بادشاہت ختم ہو جائے گی، لیکن اسی درمیان اللہ نے فرعون کی بیوی آسیہ کا دل موسیٰ علیہ السلام کے لیے نرم کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ کی پرورش فرعون کے دربار میں ہوئی۔

☆......خواب کی تعبیر کے سچے ثابت ہونے کے ڈر سے اس نے ہزاروں بچوں کو قتل کر ڈالا، لیکن جب اصل بچہ آیا، تو اپنے ہی گھر میں اس کی پرورش شروع کر دی۔

☆......اللہ کے یہاں جو لکھا ہوتا ہے وہ یقینی طور پر ہو کر رہتا ہے اور اس نے جو مقدر کر دیا، وہ ہو کر رہے گا۔

☆......اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس دنیا کو اسباب کا گھر بنایا ہے، ہم اسباب اختیار کرتے ہیں، کیوں کہ وہ بھی تقدیر کا حصہ ہوتے ہیں، لیکن ہم اسباب پر یقین نہیں رکھتے بلکہ اسباب کو پیدا کرنے والی ذات پر یقین رکھتے ہیں۔

ایک قرآنی واقعہ... چار اہم اسباق

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ (البقرۃ:٦٧)

’’اور (وہ وقت یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو۔‘‘

☆......بنی اسرائیل ایک روز سو کر اُٹھے تو ان کے یہاں کسی گھر کے سامنے ایک لاش پڑی ہوئی ملی، اور پھر اس لاش کے بارے میں ان کے درمیان جھگڑا شروع ہو گیا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے پر الزام لگا رہے تھے، وہ اس کو مجرم کہتا تھا اور یہ اس کو مجرم کہتا تھا۔ آخر میں طے ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام سے فیصلہ کروایا جائے، سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ ایک گائے ذبح کریں اور اس گائے کی زبان اُس مُردہ شخص کی لاش پر ماریں تو وہ شخص زندہ ہو کر کھڑا ہو جائے گا، اور اپنے قاتل کی نشان دہی کر کے دوبارہ مر جائے گا۔

☆......اس آیت پر غور کریں:

''**بقرۃ**'' نکرہ استعمال ہوا ہے یعنی کوئی بھی گائے اس مقصد کے لیے کافی ہوگی، لیکن ہر زمانے اور ہر شہر کے یہودیوں کی طرح یہ یہودی بھی مال کے پجاری تھے، چنانچہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور اُن سے گائے کی خوبیاں اور صفات دریافت کرنے لگے۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''نہ تو بہت بوڑھی ہونی چاہیے اور نہ بہت چھوٹی، اور پھر باقی تفصیلات ان ہی لوگوں پر چھوڑ دیں، اگرچہ پہلے کے مقابلے میں معاملے کو ذرا مشروط کر دیا۔''

لیکن یہ لوگ اپنے اوپر مزید تنگی چاہتے تھے، چنانچہ انہوں نے اس گائے کا رنگ معلوم کیا، تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ زرد رنگ کی ہونی چاہیے، اور اس کا رنگ خوب گہرا ہو۔ اس طرح ان کے لیے معاملہ ذرا اور مشکل ہوگیا۔ ایک تو زرد رنگ کی گائے، اور دوسرا یہ کہ نہ تو زیادہ بوڑھی ہو اور نہ زیادہ چھوٹی ہو۔ انہوں نے اس پر بھی اکتفا نہیں کیا، اور مزید سوالات کرنے لگے...... چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

'' معزز گائے ہو، گھر والوں کے نزدیک بہت محترم ہو، نہ تو کھیتی کے لیے استعمال ہوتی ہو اور نہ پانی کھینچنے کے لیے استعمال ہوتی ہو۔''

اب وہ ایسی گائے ڈھونڈنے کے لیے نکلے جو زرد ہو، نہ بہت بڑی ہو اور نہ بہت چھوٹی ہو، مزید یہ کہ گھر والوں کے نزدیک معزز اور محترم ہو۔ ان کو یہ گائے کہیں نہیں ملی، ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ ایک شخص کے یہاں پہنچے، جس کے پاس ان شرائط پر پوری اترنے

والی ایک گائے تو موجود تھی، لیکن وہ اسے دینے کے لیے تیار نہ تھا، اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ ان لوگوں کو اس کی شدید ضرورت ہے، چنانچہ بہت اصرار کے بعد وہ چمڑے سے بھرے سونے کے عوض اس کو فروخت کرنے پر تیار ہوا۔

بہر حال، اُنہوں نے سونا ادا کیا، اور گائے لے کر وہاں سے آگئے، اب گائے ذبح کی گئی، اور اس کی زبان مُردہ شخص پر ماردی گئی، زبان مارنا تھا کہ وہ شخص زندہ ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا، اور اس نے قاتل کے طور پر اپنے اکلوتے وارث، اپنے بھتیجے کی نشان دہی کی۔ بھتیجے نے اس کی وراثت حاصل کرنے کے چکر میں پہلے ہی اس کو قتل کر ڈالا تھا۔

پہلا سبق:۔

☆......اللہ تعالیٰ جب کسی چیز پر خاموشی اختیار فرماتا ہے، تو اس کے پیچھے اس کی کوئی نہ کوئی رحمت ضرور ہوتی ہے، اس کے حکم میں کسی بھول اور غلطی کا عمل دخل نہیں ہوتا۔

☆......اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں تھا کہ اتنی متعین طور پر گائے لائی جائے، اور نہ ہی اس معاملہ کو بالکل یوں ہی چھوڑ دینا چاہتا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مختصر طور پر کچھ باتیں بیان فرما دیں تھیں۔

☆......جن امور میں شریعت کی طرف سے حدود مقرر کر دی گئی ہوں، ان کو بہت زیادہ وسعت نہ دو۔ اور جن امور میں وسعت ہو ان کو بہت زیادہ تنگی کی طرف نہ لے جاؤ۔

دوسرا سبق:۔

☆...... یہودی ایک ایسی قوم ہیں جن کے یہاں انبیاء بہت آئے، لیکن ایمان لانے

والے لوگ بہت کم رہے، موسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ سمندر عبور کر کے ابھی کچھ ہی آگے نکلے تھے، اور ابھی اچھی طرح ان کے پاؤں خشک بھی نہیں ہوئے تھے، کہ وہ کسی بت پرست قوم کو پوجا کرتے ہوئے دیکھ لیتے ہیں تو موسیٰ سے مطالبہ کر دیتے ہیں:

اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ (الاعراف:۱۳۸)

''ہمارے لیے بھی کوئی ایسا معبود بنا دے جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں۔''

☆......اللہ پہاڑ کو ان پر سایہ فگن کر دیتا ہے، پھر بھی وہ انکار کے راستے پر چلتے ہیں۔ ان پر سونے کی بارش نازل کرتا ہے، پھر بھی کفر کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کے درمیان طالوت کو بھیجتا ہے، لیکن کچھ لوگوں کو چھوڑ کر ان کی اکثریت طالوت سے بھی پیچھے رہ جاتی ہے۔ ان کی طرف یکے بعد دیگرے بہت سے پیغمبر مبعوث فرماتا ہے، ان میں سے وہ کچھ کو قتل کر ڈالتے ہیں اور کچھ کو جھٹلا دیتے ہیں۔

تیسرا سبق:۔

☆......تمہیں جو ملنے والا ہوگا وہ تمہاری کمزوری کے بعد بھی تم تک پہنچ جائے گا اور جو تم کو نہیں ملنے والا ہوگا وہ تمام زور و قوت لگا دینے کے بعد بھی نہیں مل سکے گا۔

☆......گزشتہ واقعہ میں جس قاتل کا تذکرہ ہے وہ غلط سوچ میں پڑ گیا، اس نے منصوبہ بندی کی، اور محض وراثت پر قابض ہو جانے کے لیے قتل تک کر دیا، اور پھر آخر کار وراثت سے محروم رہ گیا، اور یہ ساری دولت اس شخص کو مل گئی، جس کو اس کا بالکل بھی انتظار نہیں تھا، لیکن چوں کہ وہ شروع سے اسی کے مقدر میں لکھی ہوئی تھی، اس لیے اس کو مل گئی۔

چوتھا سبق:۔

☆......ہم حلال حرام ہر طرح کا مال جمع کرتے ہیں، پھر وہ سارا مال اپنے پیچھے ورثاء کے پاس چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، چنانچہ ورثاء اس مال پر عیش کر رہے ہوتے ہیں، جب کہ ہمیں اللہ کی بارگاہ میں ایک ایک پائی کا حساب دینا پڑتا ہے۔

☆......مال و دولت زندگی کی گاڑی کا محض ایک پہیہ ہے، یہ پوری زندگی نہیں ہے۔

☆......اللہ تعالیٰ نے ہر چیز لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ تقسیم کر دی ہے اور بہت کم لوگ ہیں جن کو سب کچھ عطا کیا گیا ہے!

☆......ایک شخص بہت مال دار ہے، لیکن تمام مال و دولت کے باوجود وہ بیماری کی وجہ سے بہت سے لذیذ کھانوں سے محروم ہے، جبکہ ایک شخص مالی اعتبار سے بہت کمزور ہے، لیکن اُسے کھانے کا بہت شوق ہے، یعنی اس کے پاس اپنا شوق پورا کرنے کے لیے وسائل موجود نہیں ہیں۔

☆......پہلے کو مال کی دولت نصیب ہے اور دوسرے کو صحت کی دولت نصیب ہے، اسی طرح ایک شخص اولاد سے محروم ہے، لیکن اس کے پاس علم خوب ہے، جبکہ ایک دوسرے شخص کے پاس بچے کئی ایک ہیں لیکن وہ فرماں بردار نہیں ہیں۔

☆......یہی دنیا ہے، یہاں کوئی مکمل نہیں۔

☆......ہم انسانوں کی توجہ کا مرکز وہی چیز ہوتی ہے جس سے ہم محروم ہوتے ہیں، ہمارے پاس جو کچھ موجود رہتا ہے، وہ ہماری توجہ کا مرکز نہیں بن پاتا ہے۔

☆......کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی اہم ترین چیز وہی ہے جس سے وہ محروم ہیں، وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ دنیا تو کھیتی کی جگہ ہے، اور اُن سے اُن چیزوں کے بارے میں ہرگز نہیں پوچھا جائے گا، جن سے وہ محروم ہیں۔

☆......بلکہ اصل سوال تو اس بات کا ہو گا کہ جو کچھ دیا گیا تھا اس کو کہاں خرچ کیا۔

☆......سعادت مندی کا راز یہ ہے کہ ہر حال میں راضی اور خوش رہا جائے۔

☆......ضرورت کے لیے بہت زیادہ فکر مندی ایک دوسری ضرورت بن جاتی ہے۔

☆......اگر ہماری توجہ ان نعمتوں پر ہو جو ہمیں حاصل ہیں، تو ہمیں ان چیزوں پر سوچنے کا وقت ہی نہیں ملے گا جن سے ہم محروم ہیں۔

☆......لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اپنے ہاتھ میں جو نعمتیں ہیں ان کو بھول جاتے ہیں، اور دوسروں کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اس کی آس لگائے بیٹھے رہتے ہیں۔

☆......ہمارے گھر ہمارے راز چھپائے رکھتے ہیں۔

کسی کو کیا معلوم کہ ایک مال دار انسان کے گھر کے اندرونی حالات کیسے ہوں گے؟

کسی کو کیا معلوم کہ ایک خوب صورت بیوی کے شوہر کے واقعی حالات کیا ہوں گے؟

☆......سعادت مندی یہ نہیں ہے کہ ہمارے پاس کتنا مال و دولت ہے۔

☆......سعادت مندی یہ ہے کہ ہم اس کو کیسے استعمال کر رہے ہیں، اور کس طرح اس سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

انسان بہرحال انسان ہی ہے

فَاَوۡجَسَ فِیۡ نَفۡسِہٖ خِیۡفَۃً مُّوۡسٰی ﴿۶۷﴾ قُلۡنَا لَا تَخَفۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی ﴿۶۸﴾ (طٰہٰ: ۶۷، ۶۸)

’’اس پر موسیٰ کو اپنے دل میں کچھ خوف محسوس ہوا۔ ہم نے کہا: ڈرو نہیں، یقین رکھو تم ہی تم سربلند رہو گے۔‘‘

☆......شجاعت یہ نہیں ہے کہ آپ کو ڈر ہی نہیں لگتا۔ شجاعت یہ ہے کہ آپ اپنے اندیشوں پر پردہ کیسے ڈالتے ہیں۔

☆......یہ بات نہیں بھولنا چاہیے کہ ہم جتنی بھی بلندی پر پہنچ جائیں، ہم انسان ہی رہیں گے۔

☆......سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھیں، وہ بھی کچھ نہ کچھ خوف محسوس کر رہے تھے۔

☆......سیدنا نوح علیہ السلام کو دیکھیں، وہ اپنے کافر بیٹے کو لے کر پریشان ہو رہے تھے، اور کہہ رہے تھی: یہ تو میرے گھر والوں میں سے ہے

☆......سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو دیکھیں، اپنے بیٹے کے سامنے خواب بیان کرتے ہوئے ان کا کیا انداز تھا، ’’اے میرے بیٹے!‘‘ اور جب ان کے پاس انسانی ہیئت میں فرشتے

پہنچے، اور انہوں نے دسترخوان پر دیکھا کہ اُن کے ہاتھ تو دسترخوان تک پہنچ ہی نہیں رہے ہیں، تو گھبرا گئے، چنانچہ فرشتوں نے انہیں اطمینان دلایا۔ اور جب فرشتوں نے بتایا کہ وہ ظالموں کی بستی کو ہلاک کرنے جارہے ہیں، تو انہیں اپنے لوگوں کا غم ستانے لگا، فرمانے لگے، وہاں تو حضرت لوط علیہ السلام بھی ہیں۔

☆......سیدنا یعقوب علیہ السلام کو دیکھیں، کہ اپنے بیٹے سیدنا یوسف علیہ السلام کی جدائی وہ ذرا بھی برداشت نہیں کر پاتے تھے، وہ کہتے تھے: تم اس کو لے کر چلے جاؤ گے تو مجھے رنج ہوگا۔

☆......سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھیں، ان کی شان اور مقام کا کیا کہنا، وہ اپنے بیٹے کی وفات والے دن رو رہے تھے، اور فرما رہے تھے:

ان القلب لیحزن وان العین لتدمع انا علی فراقک یا ابراہیم لمحزونون ولکنا لا نقول الا ما یرضی اللہ۔ (بمعناہ: صحیح البخاری: 1303)

دل کو رنج ہوتا ہے، اور آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں، ابراہیم ہم تمہاری جدائی پر غمگین ہیں، لیکن ہم زبان سے وہی کہیں گے جو ہمارے رب کو پسند ہے۔

☆......(انبیاء کرام علیہم السلام تمام انسانوں سے اپنی خصوصیات اور صفات میں بہت بلند ہوتے ہیں لیکن اُنہیں ان انسانی حالات سے اس لیے گزارا جاتا ہے تاکہ دوسرے انسان ایسے ہی حالات میں ان کی پیروی کرسکیں۔)

☆......اپنے نفس سے مجاہدہ کرتے ہوئے اور صبر وعزیمت کا راستہ اختیار کر کے ہی لوگ بلندی پر پہنچتے ہیں، اور عام انسانوں کے مقابلے میں فوقیت حاصل کر لیتے ہیں، لیکن

اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہمارے جیسے انسان نہیں رہے۔

☆......ان کے یہاں بھی پسند ناپسند کا معاملہ ہوتا ہے، ان کے یہاں بھی غصے اور رضامندی کے واقعات رونما ہوتے ہیں، وہ بھی خواہشات رکھتے ہیں، ان کے پاس بھی کچھ خواب ہوتے ہیں۔

☆......ایک سائل جس طرح درہم و دینار سے خوش ہوتا ہے، اسی طرح میٹھی بات کرنے سے بھی خوش ہو جاتا ہے، کیوں کہ وہ انسان ہے۔

☆......گھر پر کام کرنے والی ملازمہ اچھے رویے سے خوش ہو جاتی ہے، کیوں کہ وہ بھی انسان ہے، اور پردیس کی زندگی میں یہی اچھا رویہ وطن کا غم دور کر دیتا ہے۔

☆......صفائی کا کام کرنے والا بندہ ایک مسکراہٹ سے خوش ہو جاتا ہے، کیوں کہ وہ انسان ہے، اور یہ مسکراہٹ تمام فکرمندیوں کے باوجود انسان کا پورا دن خوشگوار بنا دیتی ہے۔

☆......ہمارے درمیان طرح طرح کے لوگ ہوتے ہیں:

شریف بھی، کم ظرف بھی، مال دار بھی، نادار بھی، مرد بھی، خواتین بھی، دنیا میں ان سب کا اپنا اپنا کردار ہوتا ہے، لیکن یہ سب انسان ہوتے ہیں.

☆......نیک لوگوں کا مطلب یہ نہیں کہ وہ محض دینی جذبات کی چلتی پھرتی تصویر ہوں گے اور مزدور پیشہ لوگوں کا مطلب یہ نہیں کہ وہ محض گوشت اور خون سے بنی مشین ہوں گے۔

☆......ہم سب اپنے اپنے مخصوص کردار کے ساتھ ساتھ انسان ہیں، انسان۔

نافرمان لوگ دوسروں کو بھی اپنی طرح بنانا چاہتے ہیں

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْیَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ۝۵۶

(النمل: ٥٦)

’’اس پر یہ کہنے کے سوا ان کی قوم کا کوئی جواب نہیں تھا کہ: لوط کے گھر والوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو، یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں۔‘‘

☆...... ہزاروں سال سے فاسد معاشروں کا یہی حال رہا ہے، مصلحین کے اندر کوئی کمزوری نہیں ملتی، تو پھر ان کو ایسے ہی عار دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

لوط علیہ السلام کی قوم کے لوگوں نے اُن کو اُن کی سب سے بڑی خوبی پر عار دلائی۔

لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا جرم یہ قرار پایا کہ ’’بڑے پاک باز بنتے ہیں۔‘‘

☆...... یہ بگڑے ہوئے لوگ نیک لوگوں سے اس لیے گھبراتے ہیں کیوں کہ یہ ان کی اصلاح کے لیے فکرمند ہوتے ہیں۔

☆......ایک زانی یا زانیہ کی خواہش ہوتی ہے کہ ہر کوئی زانی اور زانیہ بن جائے، کیوں کہ پاک دامنی اس کے چہرے

پر ایک زوردار طمانچہ ہوتی ہے۔

ایک چور کی خواہش ہوتی ہے کہ ہر کوئی چور بن جائے، کیوں کہ امانت داری اس کی پیٹھ پر ایک گرم کوڑے کے مانند ہوتی ہے۔

☆......ایک رشوت خور چاہتا ہے کہ اس کے تمام ساتھی رشوت خور بن جائیں، کیوں کہ حلال لقمہ اس کے منہ کا مزہ خراب کر دیتا ہے!

☆......کیونکہ یہ لوگ اوپر اُٹھنے سے خود کو قاصر اور عاجز محسوس کرتے ہیں، اس لیے ان کی خواہش ہوتی ہے کہ دوسرے بھی ان کی پستی میں شریک ہوجائیں۔ وہ آپس میں تمہارے متعلق طرح طرح کی سرگوشیاں کرتے ہیں، اور ان کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ تم بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔

☆......ان کی باتوں میں کبھی نہ آؤ، ان کی کسی بات کی تصدیق نہ کرو۔

☆......وہ باپردہ خاتون کو پُرانے خیالات کی حامل قرار دیں گے۔

☆......دین دار انسان کو شدت پسند قرار دیں گے۔

☆......سچے انسان کو اخلاقیات سے عاری بتائیں گے۔

☆......پاک باز انسان کو بزدل کہیں گے۔

☆......امانت دار انسان کے بارے میں کہیں گے کہ اس کو نہیں پتہ کہ کس کو سہارا دینا چاہیے۔

☆......خاص بات یہ ہے کہ: ان لوگوں کے دل میں تمہارا بہت ہی احترام ہوتا ہے، چاہے یہ تمہارے سامنے کچھ بھی الٹی سیدھی باتیں کر لیں، لہٰذا کبھی ان کے چکر میں آ کر خود کو بدلنے کی کوشش نہ کرنا!

اپنے مال کو آقا نہ بناؤ، غلام بناؤ!

أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّأَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾ (الکھف: ۳۴)

''میرا مال بھی تم سے زیادہ ہے، اور میرا گروہ بھی تم سے زیادہ مضبوط ہے۔''

☆......اللہ رب العزت دنیا کی دولت کسی کو بھی دے دیتا ہے، ان کو بھی جنہیں وہ پسند کرتا ہے اور ان کو بھی جنہیں وہ ناپسند کرتا ہے، لیکن وہ دین کی دولت اسی کو دیتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے۔

☆......اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی دنیا کی دولت سے نوازا، قارون اور نمرود کو بھی دنیا کی دولت سے نوازا اگر یہ دنیوی دولت بلندی اور عظمت کا معیار ہوتی تو اللہ تعالیٰ ایک ظالم انسان اور ایک صالح نبی کے ساتھ ایک جیسا معاملہ نہ کرتا۔

☆......دنیا کے سب سے مفلس لوگ وہ ہیں جن کے پاس صرف مال و دولت ہے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی ہر چیز

خریدی جاسکتی ہے، وہ جنت کو بھی خرید لینا چاہتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح وہ دنیا کے سب سے مال دار انسان ہیں اسی طرح وہ جنت کے بھی سب سے مال دار انسان ہوں گے۔

☆......یہ مال و دولت زندگی گزارنے کا ایک ذریعہ ہے، پوری زندگی نہیں۔

☆......یہ وسیلہ ہے، مقصد نہیں ہے۔

☆......انسان اگر اس کو اس کی حد میں رکھے تو بلندی کا سفر طے کرے گا اور اگر اس کو اپنے سر پر سوار کر لے تو پستی میں گرتا چلا جائے گا۔

☆......مال و دولت کا ہونا دین داری کے منافی نہیں، بلکہ وہ حلال مال کتنا ہی بابرکت ہوگا جو نیک انسان کے ہاتھ میں ہو۔

☆......اہم بات یہ ہے کہ یہ مال و دولت تمہارے ہاتھ میں ہی رہے، تمہارے دل و دماغ پر نہ سوار ہو جائے۔

☆......مال و دولت زندگی کو بہت خوش گوار بنا دیتے ہیں، لیکن زندگی کا جو حُسن ہے وہ خریدا نہیں جاسکتا۔

☆......دوا خریدی جاسکتی ہے، صحت نہیں خریدی جاسکتی۔

☆......شان دار بیڈ خریدا جاسکتا ہے، نیند نہیں خریدی جاسکتی۔

☆......غزل پر مبنی اشعار کا دیوان خریدا جاسکتا ہے، محبت نہیں خریدی جاسکتی،

☆......ایک گانے والی کو خریدا جاسکتا ہے، ایک محبوبہ کو نہیں خریدا جاسکتا۔

☆......لطیفوں کی کتاب خریدی جاسکتی ہے، لیکن دل کی خوشی نہیں خریدی جاسکتی۔

☆......بچوں کا پارک خریدا جاسکتا ہے، لیکن اپنے بچے نہیں خریدے جاسکتے۔

☆......کتابوں کی پوری لائبریری خریدی جاسکتی ہے، لیکن تہذیب و ثقافت نہیں خریدی جاسکتی۔

☆......گاڑی خریدی جاسکتی ہے، لیکن انسانی پاؤں نہیں خریدے جاسکتے۔

☆......عینک خریدی جاسکتی ہے، لیکن آنکھیں نہیں خریدی جاسکتیں۔

☆......ہم نشین لوگ خریدے جاسکتے ہیں، لیکن سچے دوست نہیں خریدے جاسکتے۔

☆......چاہے کوئی کتنا ہی مال دار ہو، چاہے کوئی کتنا ہی نادار ہو، دونوں زیادہ سے زیادہ اتنا ہی کھا سکتے ہیں جتنی پیٹ میں جگہ ہوتی ہے۔ دونوں ایک بار میں ایک ہی لباس پہن سکتے ہیں، چاہے دونوں کے برانڈ میں کتنا ہی فرق ہو۔ دونوں ایک بار میں ایک ہی جوڑی جوتا پہن سکتے ہیں، چاہے ان کی بناوٹ میں کتنا ہی فرق ہو۔

☆......مال و دولت کو خادم بنا کر رکھو، ان کے خادم مت بن جاؤ!

☆......ان کو اپنا غلام بنا کر رکھو، ان کو آقا مت بنالو!

☆......ان کو اپنے پیچھے ہی رکھو، ان کو اپنا امام نہ بنالو!

☆......ان کو اپنی زندگی کا ایک حصہ بناؤ، ان کو اپنی پوری زندگی نہ بناڈالو!

☆......اور ہمیشہ یہ بات یاد رکھو: تمہارے پاس بہت کچھ ایسا ہے جو دنیا بھر کی دولت کے بدلے بھی خریدا نہیں جاسکتا۔

ہمیشہ اچھے لوگوں کے ساتھ تعلق رکھیں

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ (الکہف:۱۸)

''اور ان کا کتا غار کے دہانے پر ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا۔''

☆......نیک لوگوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ایک کتے کا ذکر قرآن مجید میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا۔

☆......اپنے ساتھ والوں کا انتخاب بھی اپنے کپڑوں کی طرح سوچ سمجھ کر کیا کریں۔

☆......دوست اپنی طرف کھینچ لے جاتا ہے، آپ اس کو ایک اچھا انسان بنانے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں اور وہ آپ کو بدترین انسان بنا دیتا ہے۔ اور اگر وہ یہ نہ کر سکے تو یہی کیا کم برائی ہے کہ اس کے ساتھ رہنے کی وجہ سے آپ کو شرم دلائی جاتی ہے۔

☆......لوگوں کے یہاں تو انسان کی پہچان اس کے ساتھ والوں سے ہوتی ہے۔

☆......اہل عرب راستے تلاش کرنے سے پہلے رفیق

سفر تلاش کرتے تھے، گھر بنانے سے پہلے پڑوس کو دیکھتے تھے۔

☆ ......نیک دوست زندگی کا ایک بڑا ہی قیمتی سرمایہ ہوتا ہے۔

☆ ......وہ ایک گہرا کنواں ہوتا ہے جس میں آپ با آسانی اپنے راز ڈال دیتے ہو۔

☆ ......ایک ذہین دماغ ہوتا ہے جو آپ کے کاموں میں شریک رہتا ہے،

☆ ......ایک شفقت بھرا کندھا ہوتا ہے جس پر آپ اپنی مصیبت کے وقت سر رکھ دیتے ہیں۔

☆ ......ایک مہربان ہاتھ ہوتا ہے جو آپ کے کاندھے کے بوجھ کو ہلکا کرتا ہے۔

☆ ......وہ ایک کتا، ہمیشہ کے لیے اس کا تذکرہ قرآن میں محفوظ ہو گیا، اس لیے کہ وہ نیک لوگوں کی صحبت میں تھا۔

☆ ......ایک مچھلی کا تذکرہ ہمیشہ کے لیے قرآن مجید میں محفوظ ہو گیا، کیونکہ اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو نگل لیا تھا۔

☆ ......ایک چیونٹی کا تذکرہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا، کیونکہ اس کو دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی تھی۔

☆ ......اور ایک ہدہد کا نام بھی ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا، کیونکہ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے قاصد کا کام کیا تھا!

☆ ......یقینا، ہمیں بھی ہمیشہ اچھے دوست اور نیک ساتھی بنانے چاہئیں!

مَعرُوف کو اختیار کریں، رواج کے پیچھے نہ بھاگیں!

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ (النساء: ١٩)

''ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔''

☆......معروف ایک ایسا وسیع لفظ ہے جس کے اندر تمام اچھی چیزیں شامل ہوجاتی ہیں۔

بیوی کے سامنے مسکرانا بھی معروف ہے، میٹھی باتیں کرنا بھی معروف ہے، سینے سے لگا لینا بھی معروف ہے، کسی خاص موقع پر، یا یوں ہی ہدیہ تحفہ دینا بھی معروف ہے۔ اُس کے

شکوے شکایات سننا بھی معروف ہے، اُس کی صحت کا خیال رکھنا بھی معروف ہے، اُس کو اس کے گھر جانے سے نہ روکنا بھی معروف ہے، اُس کی رائے کا احترام کرنا بھی معروف ہے، اُس کی خواہشات کا احترام کرنا بھی معروف ہے، گھر اور بچوں کے کام میں ہاتھ بٹانا بھی معروف ہے، دینی کاموں میں اُس سے تعاون کرنا بھی معروف ہے، اُس کی غلطیوں کو نظر انداز کرنا بھی معروف ہے، اُس کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آنا بھی معروف ہے، بیماری میں اُس کا خیال رکھنا بھی معروف ہے، اُس کی مزاجی کیفیت کو سمجھنا اور اُس کا خیال رکھنا بھی معروف ہے۔

قرآن مجید کی اِس آیت پر غور کرو:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ (ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی گزارو!)

اس آیت میں ''معروف'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، ''عرف'' کا لفظ نہیں استعمال کیا گیا ہے، جس کا مطلب ہوتا ہے معاشرے میں پھیلی ہوئی عادتیں، معاشرے میں تو عام طور پر بہت ہی اُلٹے سیدھے معیار بھی پائے جاتے ہیں۔

یہ معیار:

☆......شخصیت کی مضبوطی کے نام پر مرد کی شفقت کو ختم کر دیتے ہیں۔

☆......مردانگی کی حفاظت کے نام پر اس کی شخصیت کو روکھا بنا دیتے ہیں۔

☆......گھر کی حکومت کے نام پر اس کو سخت مزاج اور سخت دل بنا دیتے ہیں۔

☆......ہماری کچھ حرکتیں کسی زمانے میں نفسیاتی بیماری کے طور پر ہم سے لگ گئی

تھیں، اور وہ بعد میں عادت بن گئیں۔

☆......مردانگی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لوگ جو کر رہے ہیں وہی آپ بھی کریں۔

☆......مردانگی کا صحیح مطلب یہ ہے کہ آپ وہ کریں جو درست ہے۔

☆......لکیر کے فقیر مت بن جائیں، کہ لوگ اچھا کام کریں تو آپ بھی اچھا کام کریں، اور اگر لوگ غلط کریں تو آپ بھی غلط کرنے لگیں۔

☆......سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر والوں کے کام کیا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری:676)

☆......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں ہمیشہ خوش دلی اور خوش مزاجی کے ساتھ رہتے تھے۔

☆......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیویوں سے محبت کے اظہار میں کچھ بھی تکلف نہیں تھا۔

☆......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے متعلق فرمایا کہ، یہ ایک ایسی خاتون ہیں جن کی محبت میرے دل میں ڈال دی گئی ہے۔(صحیح مسلم:2435)

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری وصیت میں یہ بات بھی تھی کہ:

"عورتوں کے بارے میں میری نصیحت سن لو، عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔"

(صحیح البخاری 5185، ولم یذکر أنه من آخر وصایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

مرد اور عورت کا ایک فطری فرق

وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ (السجدة:٧)

''اور انسان کی تخلیق کی ابتداء گارے سے کی۔''

☆......اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے کی اور حضرت حوا علیہا السلام کو ان کی پسلی سے پیدا فرمایا، اس لیے حضرت حوا، حضرت آدم علیہ السلام کا جزء ٹھہریں تو حضرت آدم علیہ السلام اُن کے کُل قرار پائے۔

☆......مرد عورت سے کتنی بھی محبت کر لے وہ اسے اپنی زندگی کا ایک حصہ ہی بنا پاتا ہے، اور وہ تو ابتدا سے مرد کی کائنات کا ایک حصہ ہی تھی، لیکن عورت جب مرد سے محبت کرتی ہے، تو وہ اسے اپنی پوری کائنات بنا لیتی ہے، اور وہ تو اس کے لیے ابتدا سے پوری کائنات ہی تھا!

☆......عورتیں مردوں کے مقابلے میں اپنی محبت میں زیادہ سچی ہوتی ہیں، اس میں نہ مردوں کے مرتبے کو کم کرنا مقصد ہے، اور نہ عورتوں کی تعریف مقصد ہے۔ یہ اللہ کی فطرت ہے، اسی فطرت پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، تا کہ تخلیق کا یہ نظام یوں ہی چلتا رہے۔

☆……تخلیق کا اثر انسانی طبیعتوں پر ضرور ہوتا، اور اس سے کوئی چھٹکارا نہیں۔

☆……اللہ تعالیٰ نے آدم کی تخلیق مٹی سے کی، اور مٹی ہی میں تمام درخت اور نباتات پیدا ہوتے ہیں، اسی لیے مرد کی قدر و قیمت محنت اور نتائج سے سامنے آتی ہے۔

☆……جبکہ حوا کو دل والا بنایا، اسی لیے محنت اور پیداوار کے عمل سے عورت کا ایک لحاظ سے بہت دور کا رشتہ ہے، اور جب وہ اس کام پر لگتی ہے تو وہ اس کا کچھ ہی حصہ انجام دے پاتی ہے، اور وہ پیداواری عمل میں اپنے اسی جزوی حصے پر خوش ہو جاتی ہے کیونکہ اس طرح وہ مٹی کے ایک جزو کا حق ادا کر دیتی ہے، اور وہ بھی تو مٹی کے ایک جزو کا ہی جزو ہے۔

☆……وہ اپنے وجود کو اسی وقت محسوس کرتی ہے، جب وہ محبت کرتی ہے، کیونکہ دل سے اس کا قریبی تعلق ہے، وہ اپنے آپ کو ایک بہت زیادہ محبت کرنے والی بیوی کے طور پر دیکھتی ہے۔

☆……رہی ماں کی ممتا، تو ماں کے اندر ممتا کا جو جذبہ ٹھاٹھیں مار رہا ہوتا ہے، باپ کے اندر اس درجہ کا پدرانہ جذبہ نہیں ہوتا، کیونکہ اس دنیا میں باپ کے جو مختلف کردار ہیں، ان میں بطور والد کے کردار ادا کرنا محض اس کی زندگی کا ایک حصہ ہے۔

☆……ماں کی ممتا تو محبت کا بہت ہی اعلیٰ درجہ ہے، اور محبت کے بڑے فرائض میں شامل ہے، اس کے بغیر ماں اپنے اندر ایک قسم کا جذباتی نقص محسوس کرتی ہے، کیونکہ اس طرح وہ اپنی اس بڑی ذمہ داری کی ادائیگی سے محروم ہو جاتی ہے، جو اس کی تخلیق کا ایک مقصد بھی ہے۔

☆......عورت اگر یہ ذمہ داری نہیں انجام دے رہی ہو (کسی بھی وجہ سے) تو اس کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنی فطرت اور شریعت کے احکام کے مطابق مرد کی مادّی ذمہ داریوں کا بوجھ اُٹھانے میں اس کی معاون و مددگار رہو۔

☆......مردوں پر یہ گراں گزرتا ہے کہ وہ اپنی معاش کے لیے عورتوں پر انحصار کریں، کیونکہ وہ مٹی کی مخلوق ہیں، لیکن عورتوں کے اوپر مردوں پر انحصار کرنا بالکل بھی گراں نہیں گزرتا کہ وہ ان کی مادّی ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں کیونکہ عورتوں کو اس بات میں کمزوری یا کمی کا کبھی احساس نہیں ہوتا اس لیے کہ وہ دل والی مخلوق ہیں۔

☆......عورتوں کو چاہیے کہ وہ مردوں کی کوششوں کی قدر کیا کریں۔ چاہے ان کوششوں کے نتائج کتنے ہی معمولی ہوں، کیونکہ ان کی حوصلہ افزائی مردوں کی محنت اور جد و جہد میں اضافہ کرتی ہے۔

☆......مردوں کو چاہیے کہ:

☆......عورتوں کے دل کی خواہشات کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کیا کریں۔

☆......ان کے ساتھ پیار محبت سے پیش آیا کریں۔

☆......اس سے ان کی نسوانیت میں اضافہ ہوتا ہے۔

☆......اور ان کے دلی جذبات کو تسکین حاصل ہوتی ہے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم مقام و اعلیٰ کردار

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٨٣﴾

(القصص: ۸۳)

''آخرت والا گھر تو ہم ان لوگوں کیلئے مخصوص کر دیں گے جو زمین میں نہ تو بڑائی چاہتے ہیں، اور نہ فساد، اور آخرت کا انجام پرہیزگاروں کے حق میں ہوگا۔''

☆......ہمارے آقا (فداہٗ روحی وأبی وأمیؔ) صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!

☆......آپ نے ساتویں آسمان تک کا سفر کیا، پھر وہاں سے واپس زمین پر آ گئے۔

☆......اپنے ہاتھوں سے گھوڑے کی نعل درست کرتے۔

☆......اپنے ہاتھوں سے بکری کا دودھ نکالتے۔

☆......ناداروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔

☆......ایسے ہی یہ عظیم لوگ تھے، جیسے جیسے بلندیوں کا سفر کرتے جاتے تھے، ان کی تواضع اور خاکساری میں اضافہ

ہوتا جاتا تھا۔

☆......صحابہ کرامؓ کے ساتھ کہیں سفر پر نکلے، راستے میں طے ہوا کہ ایک بکری ذبح کریں گے، ایک کہتا ہے: میں ذبح کروں گا، دوسرا کہتا ہے: میں کھال اُتاروں گا، تیسرا کہتا ہے: میں بوٹیاں بناؤں گا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑھ کر اپنی ذمہ داری خود لیتے ہیں: میں لکڑیاں جمع کر کے لاؤں گا!

(یہ واقعہ مشہور ہے لیکن محققین کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے۔ المقاصد الحسنۃ: 247، کشف الخفاء: 765)

☆......بڑوں کا یہی کردار ہوتا ہے، وہ خود کو دوسروں سے الگ نہیں سمجھتے ہیں۔

☆......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحویل میں دنیا بھر کا خزانہ رہتا ہے۔ لوگوں میں اسے تقسیم کر دیتے ہیں اور خود کو بھول جاتے ہیں۔ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت حال یہ ہوتا ہے کہ اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری: 2916)

☆......بڑوں کا یہی کردار ہوتا ہے، وہ خود کو ہر قسم کی آرائش سے پاک رکھتے ہیں۔

☆......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بار امامت فرما رہے تھے، سجدے کی حالت میں گئے تو بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لعل حضرت حسن رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آپ کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر چڑھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں ہی سجدے کی حالت میں رُکے رہے، یہاں تک کہ نواسے صاحب اوپر سے اُتر گئے۔ (بمعناہ: مستدرک حاکم: 4766)

☆......ایک اور واقعہ ہے، آپ امامت فرما رہے تھے، عورتوں کی صف میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنی، تو قرأت بھی مختصر کر دی اور نماز بھی مختصر کر دی، تا کہ اس کی ماں

پریشان نہ ہوجائے۔(بمعناہ: صحیح البخاری:868)

☆...... بڑوں کا یہی کردار ہوتا ہے، وہ بچوں پر شفقت کرنے والے اور بڑوں پر مہربان ہوتے ہیں۔

☆......صحابہ کرامؓ کے لیے ممانعت تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں۔(جامع الترمذ:2754)

☆......ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور صحابہ کرامؓ غیر شعوری طور پر کھڑے ہو گئے، اس پر آپ سخت نالاں ہوئے، ناراضگی کے آثار چہرے پر صاف ظاہر تھے، حضرت حسان بن ثابتؓ نے یہ صورت حال دیکھی تو چند اشعار پڑھ کر سنائے:

وقوفی للعزیز علیّ فرض
وترک الفرض ما هو مستقیم
عجبت لمن له عقل وفهم
یری هٰذا الجمال ولا یقوم

اپنے محبوب کو دیکھ کر کھڑے ہوجانا مجھ پر فرض ہے اور فرض کو چھوڑ دینا درست نہیں ہے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے ایسے صاحبِ فہم و عقل لوگوں پر جو اس جمال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور کھڑے نہیں ہوتے۔

☆...... یہ سن کر آپ خوش ہو گئے اور مسکرانے لگے

☆...... بڑوں کا یہی کردار ہوتا ہے، ان سے معذرت کی جاتی ہے، تو وہ اسے قبول کر لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی کا سامان

مَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ ؕ
وَھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ (العنکبوت:۵)

’’جو کوئی اللہ سے ملنے کی توقع رکھتا ہو، (اسے معلوم ہونا چاہیے کہ) اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آنے ہی والا ہے۔ اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔‘‘

☆ ...... ہمارا خالق و مالک جل شانہ، اپنے چاہنے والوں کے دلوں کی تسکین کا سامان کرتا ہے، اپنی ملاقات کے لیے ان

کے شوق کو تازگی بخشتا ہے، ان کے خیالات کو پاکیزگی بخشتا ہے۔

☆......لوگ جس چیز سے عموماً خوف کھاتے ہیں، یعنی موت، اس پر ان کو تسلی دیتا ہے۔ گویا کہ وہ ان سے کہہ رہا ہوتا ہے، میرے اور تمہارے درمیان صرف موت کا فاصلہ ہے۔

☆......اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انسان اس وقت تک مومن ہو ہی نہیں سکتا، جب تک کہ وہ موت سے محبت نہ کرنے لگے، زندگی سے محبت تو انسانی فطرت کا حصہ ہے، اس معاملے میں ظاہری طور پر مومن اور کافر سب ایک جیسے ہوتے ہیں۔

ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں پوچھا:

کرھوا لقاء اللہ فکرہ اللہ لقاءھم۔ (بمعناہ: صحیح البخاری: 6507)

(جو اللہ سے ملاقات ناپسند کرتے ہیں، اللہ ان سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔)

کہ ہم میں سے کون ہے جو موت کو پسند کرتا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عائشہ! اس کا یہ مطلب نہیں ہے، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضاحت فرمائی:

انسان روح نکلنے سے پہلے جنت یا جہنم میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے، کافر جب اپنا ٹھکانہ دیکھتا ہے تو وہ اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند نہیں کرتا۔

سب سے بڑے قاضی کے سامنے پیشی

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ شَهِيْدًا (النساء: ۴۱)

''پھر (یہ لوگ سوچ رکھیں کہ) اس وقت (ان کا) کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے اور (اے پیغمبر) ہم تم کو ان لوگوں کے خلاف گواہ کے طور پر پیش کریں گے۔''

☆......سب سے بڑا گواہ، سب سے بڑے کیس میں، سب سے بڑی عدالت میں، سب سے بڑے قاضی کے سامنے، یہ اس کائنات کا سب سے بڑا مسئلہ ہوگا۔

☆......اللہ کے لیے رب ہونے اور معبود ہونے کو خاص کر دینا، اسی کے لیے اس نے زمین اور آسمانوں کو بنایا، رسول مبعوث فرمائے، کتابیں نازل فرمائیں، میزان قائم کیا، حساب و کتاب کا نظام بنایا، اور اسی کے لیے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا، قرآن مجید میں صاف صاف کہا گیا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴿۵۶﴾ (الذاريات:٥٦)

’’میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری بندگی کریں۔‘‘

☆...... یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے:

☆......اپنی اطاعت میں زندگی گزارنے کو عبادت قرار دیا ہے۔

☆......رزق حلال کے حصول کو عبادت قرار دیا ہے۔

☆......بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنے کو عبادت قرار دیا ہے۔

☆...... پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کو عبادت قرار دیا ہے۔

☆......راستے سے تکلیف دہ چیزیں ہٹانے کو عبادت قرار دیا ہے۔

☆......کسی انسان سے مسکرا کر ملنے کو عبادت قرار دیا ہے۔

☆...... یہاں تک کہ بیوی کے ساتھ شب باشی کو بھی عبادت قرار دیا ہے، صحابہ کرامؓ کو اس پر حیرت ہوئی، چنانچہ اُنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا:

ایأتی احدنا شهوة وله فیها اجر؟

ہم میں سے ایک شخص اپنی چاہت پوری کرتا ہے، کیا اس میں بھی اس کو اجر ملتا ہے؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا:

ارایتم ان وضعها فی غیر سکانها افلا یکون علیه وزر؟

فکذلک ان وضعها فی موضعها فله اجر! (بمعناه: صحیح مسلم:1006)

بھلا بتاؤ! اگر وہ حرام طریقے سے چاہت پوری کرے تو گناہ گار نہیں ہوگا؟ اسی لیے جب وہ اسے حلال طریقے پر پوری کرے گا، تو اسے اجر ملے گا!

☆......سب سے بڑا گواہ!

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اقرأ علیّ! مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ!

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

أأقرأه علیک وعلیک أنزل؟

کیا میں آپ کو پڑھ کر سناؤں، جب کہ آپ پر ہی یہ قرآن نازل ہوا ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا:

انی احب ان اسمعہ من غیری!

میں اسے کسی دوسرے سے سننا چاہتا ہوں!

چنانچہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورہ النساء پڑھنی شروع کی، آپ جب اس آیت پر پہنچے:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا

''پھر سوچو کہ اس وقت یہ کیا کریں گے جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے۔'' اور ان لوگوں پر تمہیں (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا:

بس کرو! یعنی اتنا کافی ہے۔ (بمعناہ: صحیح البخاری:4582)

☆......سب سے بڑی عدالت میں تمام رسول گواہی دیں گے کہ اُنہوں نے پہنچا دیا، اور اپنے اخلاق و مرتبے کے لحاظ سے سب سے بڑے گواہ کی طرف سے سب سے بڑی گواہی آئے گی۔ اے اللہ، انہوں نے تیرا پیغام پورا پورا پہنچا دیا تھا۔

کتنی بڑی ہوگی یہ گواہی!

یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک اعزاز کی بات تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاق کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے، چنانچہ آپ نے اس کو ذمہ داری کی بات سمجھا، اور اس بڑی ذمہ داری کو محسوس کیا، اور رو پڑے۔

☆......سب سے بڑی عدالت!

اس عدالت میں:

☆......انسانی جسم پر موجود کھالوں نے جو محسوس کیا ہوگا وہ سب کچھ بیان کر دیں گی۔

☆......آنکھوں نے جو کچھ دیکھا ہوگا وہ اسے بول دیں گی۔

☆...... پاؤں جہاں جہاں گئے ہوں گے اس کی گواہی دے دیں گے۔

☆......ہاتھوں نے جو کچھ کیا ہوگا وہ اس کا اعتراف کر لیں گے۔

☆......وہاں تمام حقوق ادا کر دیے جائیں گے۔

☆......وہاں کوئی ایسا وکیل نہیں ہوگا جو حق کو باطل ثابت کر دے۔

☆......وہاں کوئی معاملہ دلائل اور شواہد کی کمی کی وجہ سے ختم نہیں کیا جائے گا۔

☆......وہاں ہر کوئی اپنا حق لے لے گا اور دوسروں کا حق ادا کر دے گا۔

☆......وہاں نہ درہم ہوں گے نہ دینار ہوں گے۔

☆......اور یہ عدالت اس وقت تک نہیں اُٹھے گی، جب تک کہ سیدھی بکری کو سینگ والی بکری سے ظلم کا بدلہ نہ مل جائے، یہاں تک کہ ان بکریوں کو بھی بدلہ مل جائے گا جو سینگ نہ ہونے کی وجہ سے سینگ والی بکریوں کے سامنے کمزور پڑ جاتی تھیں، تکلیف کے بدلے تکلیف ہی ملے گی۔

☆......سب سے بڑا قاضی!

☆......زمین اور آسمانوں کا حاکم حساب کتاب کے لیے خود آئے گا۔

☆......اس وقت پروردگار رسب سے بات کرے گا۔

☆......اس وقت درمیان میں کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔

بندے سے کہے گا:

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ (الاسراء:۱۴)

(پڑھ اپنا نامہ اعمال، آج اپنا حساب لگانے کے لیے تو خود ہی کافی ہے۔)

☆......اس لیے ہمیں اپنے نامہ اعمال میں وہی کچھ لکھنا چاہیے، جسے کل رب کے حضور پڑھتے ہوئے ہمیں خوشی محسوس ہو۔

یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ (المدثر: ۳۱)

’’اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔‘‘

☆...... پانی کے ذریعے حضرت نوح علیہ السلام کا انتقام لے لیا!

☆...... آگ کے ذریعے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سچائی ثابت کر دی!

☆...... مچھلی کے ذریعے حضرت یونس علیہ السلام کی حفاظت فرمائی!

☆...... مینڈک، کھٹمل اور خون کے ذریعہ موسیٰ علیہ السلام کا دفاع کیا!

☆...... مکڑی کے ذریعے غار میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دشمن کی نظروں سے چھپا لیا!

☆...... سمندر کے ذریعے فرعون کو غرق کر دیا!

☆...... مچھر کے ذریعے نمرود کو رسوا کر دیا!

☆...... معمولی سی دیمک کے ذریعے قریش کی طرف

سے مسلمانوں کے بائیکاٹ کے لئے لکھے گئے معاہدہ کو ختم کرا دیا!

☆......مکہ کے دروازے پر ہاتھی والا لشکر پہنچ گیا اور وہاں مکہ والوں کے پاس کوئی لشکر نہیں تھا، لیکن اس وقت رب کا لشکر تھا، مکہ والے میدان چھوڑ گئے، وہاں ابرہہ کا لشکر تھا اور سامنے اللہ کا گھر تھا، عبدالمطلب دور کھڑے ہوئے تھے، ان کی تلوار نیام میں تھی، اور وہ دُعا کر رہے تھے:

اے اللہ!

بے شک ہر انسان اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما، صلیب والوں اور صلیب کے پجاریوں کے مقابلے میں اپنے فرماں برداروں کی مدد فرما، لیکن اگر تو اُنہیں ہمارے قبلے کے ساتھ چھوڑ دینا چاہتا ہے، تو یہ تیرا فیصلہ ہوگا۔

☆......اللہ نے اُن کی دُعا قبول کر لی، اور اپنے ابابیل کا لشکر بھیج دیا۔

☆...... پاک اور برتر ہے وہ ذات!

پانی، آگ، مچھر، چوہے، کھٹمل، مینڈک، سانپ، کیڑے مکوڑے اور ابابیل پرندے، سب ہی اس کے لشکر کا حصہ ہیں۔

یہ کائنات اس کا لشکر ہے

اور اس کائنات میں جو بھی ہے وہ اس لشکر کا سپاہی ہے

☆......اللہ رب العزت اپنے دشمنوں کو اپنی کمزور ترین مخلوقات کے ذریعے زیر کرتا ہے اور بڑے بڑے ظالم اور جابر بادشاہوں کو ایک اشارے پر تمام کر دیتا ہے۔

دو خواتین کے کردار کا موازنہ

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۭ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ
عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۭ وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ
لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝۳۲

(یوسف: ۳۲)

’’عزیز کی بیوی نے کہا: اب دیکھو! یہ ہے وہ شخص جس کے بارے میں تم نے مجھے طعنے دیے تھے۔ بات واقعی سچ ہے کہ میں نے اپنا مطلب نکالنے کے لئے اس پر ڈورے ڈالے، مگر یہ بچ نکلا، اور اگر یہ میرے کہنے پر عمل نہیں کرے گا، تو اسے قید ضرور کیا جائے گا، اور یہ ذلیل ہو کر رہے گا۔‘‘

☆......مصر کی دو عورتیں، دونوں کے محل میں ایک ایک نبی کی

پرورش ہوئی:

پہلی عزیز مصر کی بیوی زلیخا، جن کے محل میں سیدنا یوسف علیہ السلام کی پرورش ہوئی۔

دوسری فرعون کی بیوی آسیہ، جن کے محل میں سیدنا موسی علیہ السلام کی پرورش ہوئی۔

عزت، وقار اور قوت میں دونوں برابر تھیں، لیکن تقویٰ، ایمان اور نیکی میں دونوں کے درمیان بڑا فرق تھا۔

☆......فرعونی دور کے سیاسی نظام کے مطابق عزیز مصر کی بیوی زلیخا، مملکت کی خاتون دوم تھیں، جبکہ قدیم مصر کے سیاسی نظام کے مطابق فرعون کی بیوی آسیہ، مملکت کی خاتونِ اول اور دینی اعتبار سے اعلیٰ منصب کی حامل تھیں۔

☆......اس طرح دیکھا جائے تو آسیہ کا مقام و مرتبہ زلیخا سے بہت بلند تھا، اپنی عزت و جاہ کے اعتبار سے بھی اور اپنی طاقت و اقتدار کے اعتبار سے بھی، اگرچہ دونوں کا زمانہ کافی مختلف تھا، کیونکہ سیدنا یوسف علیہ السلام اور زلیخا کا زمانہ موسیٰ اور آسیہ کے زمانے سے کئی سو سال پہلے کا تھا۔

☆......دونوں نے اپنے اپنے محل میں ایک ایک نبی کی پرورش کی، اور ان کو پال کر جوان کیا۔ زلیخا نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو دس سال سے کم کی عمر میں گود لے لیا تھا، عزیز مصر نے انہیں خریدا تھا اور اپنی بیوی زلیخا کو ہدیے میں دے دیا تھا۔ آسیہ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو وِلادت کے ابتدائی دنوں میں ہی گود لے لیا تھا، جب اللہ نے ان کی ماں کو وحی کی تھی کہ وہ انہیں صندوق میں رکھ کر نیل کے حوالے کر دیں۔

☆ ......زلیخا کو دیکھیے، ان کی ممتا پر ان کی شہوت غالب آ گئی تھی، اور وہ سیدنا یوسف علیہ السلام سے اس بات کی کوشش کرنے لگیں جو ایک بیوی اپنے شوہر سے چاہتی ہے۔ اور آسیہ کو دیکھیے، ان کی ممتا ہمیشہ ان پر حاوی رہی، اور وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ہمیشہ اپنی اولاد کی طرح مانتی رہیں، ان کا خیال رکھتیں، ان پر توجہ دیتیں، ان کی نگرانی کرتیں، اور انہیں سینے سے چمٹا کر رکھتیں!

پھر کیا ہوا!

☆ ......زلیخا نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو قید میں ڈال دیا اور آسیہ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ذبح ہونے سے بچا لیا۔

☆ ......زلیخا دنیا کی طلب میں پڑ گئی اور آسیہ آخرت کی طلب میں لگی رہیں۔

☆ ......زلیخا بڑھاپے میں جا کر سیدنا یوسف علیہ السلام پر ایمان لائیں، بالکل بوڑھی ہو چکی تھیں، شوہر مر چکے تھے، عزت وجاہ اور مال و دولت سب ختم ہو چکے تھے، اور بینائی بھی جاتی رہی تھی۔ اور آسیہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر اسی دن ایمان لے آئی تھیں، جس دن اُنہوں نے اللہ کی طرف دعوت دینے اور بلانے کا آغاز کیا تھا۔

☆ ......زلیخا کی خواہشات نے ان کے اور ان کے شوہر کے درمیان جدائی پیدا کر دی تھی اور آسیہ کے ایمان باللہ نے ان کے اور ان کے شوہر کے درمیان جدائی پیدا کر دی تھی۔

☆ ......زلیخا کے شوہر کا جس وقت انتقال ہوا، اس وقت وہ اس سے شدید طور پر

ناراض تھا اور آسیہ کا جس وقت انتقال ہوا، اس وقت ان کا رب ان سے راضی تھا۔

☆......آسیہ کو اس بات کا یقین تھا کہ اصل اور حقیقی عزت تو آخرت کی عزت ہے، اسی لئے وہ دُعا کرتی تھیں:

رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ (التحریم: ۱۱)

''اے میرے رب، میرے لیے اپنے یہاں جنت میں ایک گھر بنا دے۔''

فرعون کو ان کے ایمان کی خبر ہوئی، تو اس نے ان کو پھانسی پر چڑھا دیا، جس وقت ان کی روح جسم سے جدا ہو رہی تھی، اور وہ زندگی کو الوداع کہہ رہی تھیں، اس وقت ان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی، کیوں کہ وہ جنت میں اپنا گھر دیکھ رہی تھیں۔

☆......نہ تو مال انسان کو تباہ کرتا ہے اور نہ ناداری انسان کو بناتی ہے۔

☆...... یہ بات اتنی اہم نہیں ہے کہ انسان کن لوگوں کے ساتھ گزر بسر کر رہا ہے، اہم بات یہ ہے کہ وہ کس طرح گزر بسر کر رہا ہے؟

☆......جس عورت کا شوہر ''أنا ربکم الاعلی'' کا نعرہ لگایا کرتا تھا، کہ'' میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔'' وہ عورت صبح و شام اللہ کے حضور سجدے کیا کرتی تھی اور ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کا ورد کرتی رہتی تھی۔

☆......اہم یہ نہیں کہ تم کہاں رہتے ہو، اہم یہ ہے کہ تم کیسے رہتے ہو؟

☆......آسیہ یوں تو محل میں رہتی تھیں۔

''لیکن ان کا دل جنت کے ایک گھر میں اٹکا رہتا تھا۔

یہ سب اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا حصہ ہے

هُوَ الَّذِیۡ یُصَوِّرُکُمۡ فِی الۡاَرۡحَامِ کَیۡفَ یَشَآءُ ؕ

(آل عمران: ٦)

''وہی ہے جو ماؤں کے پیٹ میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زبردست اقتدار کا بھی مالک ہے، اعلیٰ درجے کی حکمت کا بھی۔''

☆......اللہ تعالیٰ نے جس طرح رزق لوگوں کے درمیان تقسیم کیا ہے، اسی طرح حُسن اور جمال بھی لوگوں کے درمیان تقسیم کیا ہے۔

☆......جس کو دولت ملی، وہ اللہ کے فضل سے ملی، اور جس کو نہیں ملی، وہ اللہ کے نہ دینے کی وجہ سے نہیں ملی اور یہ سب کچھ اللہ کی تقدیر کا حصہ ہے۔ حُسن اور جمال کا بھی یہی معاملہ ہے۔

☆......جس کو اللہ نے بہت خوبصورت بنایا، وہ اللہ کے یہاں موجود حُسن کے سمندر سے محض ایک نقطہ ہے، اور جس کو کم خوبصورت بنایا، وہ اللہ کے یہاں کسی کمی کی وجہ سے نہیں ہوا، بلکہ اس کی مشیت اور تقدیر کی وجہ سے ہوا۔

☆……اگر تمہاری خوبصورتی تم کو دھوکے میں ڈال رہی ہے، تو یاد رکھو کہ اس کائنات میں ایک شخص ایسا بھی گزرا ہے، جس کی خوبصورتی کا یہ عالم تھا کہ اس کو دیکھتے ہوئے وہاں موجود تمام عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے، اگر صرف عزیز کی بیوی نے اپنا ہاتھ کاٹا ہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ یہ اس شخص کی محبت میں گرفتار ہوکر کیا تھا، لیکن یہاں تو تمام عورتیں اپنا ہاتھ کاٹ بیٹھیں۔

☆……کبھی کبھی خوبصورتی صرف خاندانی طور پر ملی ہوتی ہے، ایسی صورت میں کوئی تم کو خوبصورت معلوم ہوتا ہے اور دوسرے کو نارمل سا لگتا ہے، لیکن تمام عورتوں کا غیر شعوری طور پر اپنے ہاتھ کاٹ لینا، یہ بتاتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حُسن پر سب کا اتفاق تھا۔ وہ آزمائش میں ڈال دینے والی خوب صورتی رکھتے تھے، مدہوش کر دینے والا حُسن رکھتے تھے اور اتنے شاندار تھے کہ وہ انسان کے بجائے فرشتہ لگتے تھے۔ عورتیں ان کو دیکھ کر برجستہ بول پڑی تھیں:

مَا هٰذَا بَشَرًا (یوسف: ۳۱) یہ شخص انسان نہیں ہے۔

اس خوبصورت انسان کا پھر آخر کیا معاملہ تھا؟

☆……یہ شخص اپنے چہرے سے پہلے اپنے اخلاق کا خوبصورت تھا۔

☆……اپنے ظاہر سے پہلے اپنے دل کا خوبصورت تھا۔ جیل میں قیدی اس سے خواب کی تعبیر پوچھنے آئے، یعنی وہ ان کی نظر میں بھی محسنین میں سے تھا، اور جب وہ بادشاہ بنا، تو لوگ اس سے صدقہ لینے آتے تھے، کیوں کہ وہ ان کی نظر میں بھی محسنین میں سے تھا۔

اس کو نہ تو جگہوں کی تبدیلی تبدیل کر سکی، اور نہ عہدے اس کے اندر کچھ فرق پیدا کر سکے۔

☆......وہ کھیتوں کا چکر کاٹتا تھا، کھیتی پر نظر رکھتا تھا۔

☆......گیہوں کے پہاڑ کھڑے کرتا تھا، تا کہ پیداوار کی حفاظت کی جا سکے۔

☆......اس نے اپنے ناتواں کاندھوں پر قحط کے سات سالوں تک لوگوں کو کھلانے کی ذمہ داری اٹھا رکھی تھی۔ اصل خوبصورتی یہی ہے!

☆......اللہ کی رحمت کا یہ بھی ایک کرشمہ ہے کہ اس نے لوگوں کے درمیان خوبصورتی میں فرق کے ساتھ ساتھ لوگوں کے ذوق میں بھی فرق رکھا ہے۔

☆...... ہر خوبصورتی، چاہے وہ کتنی ہی کم معلوم ہو، اس کی قدر کرنے والا کوئی نہ کوئی موجود ہوتا ہے۔

☆......ایک ہی عورت کے حُسن و جمال کو دو لوگ الگ الگ نظر سے دیکھتے ہیں، ایک اسے دنیا کی سب سے خوبصورت عورت قرار دیتا ہے، تو دوسرا انسان اسے بالکل عام عورتوں جیسا سمجھتا ہے۔

☆......اسی طرح ایک مرد کی خوب صورتی اور مردانگی کا معاملہ ہوتا ہے۔ ایک عورت اسے درجہ کمال پر فائز دیکھتی ہے اور دوسری عورت اسے بالکل ایک عام مرد کے طور پر دیکھتی ہے۔ اور پھر ایک چیز دلی تعلق اور لگاؤ بھی ہے۔

سبحان اللہ!

☆......اگر ذوق ذوق کا فرق نہ ہوتا تو کتنی چیزیں خراب اور برباد ہو چکی ہوتیں۔

بات کے مضمون کے ساتھ انداز بھی اچھا ہونا چاہیے

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿٩٧﴾

(الحجر:۹۷)

''یقینا ہم جانتے ہیں کہ جو باتیں یہ بناتے ہیں، ان سے تمہارا دل تنگ ہوتا ہے۔''

☆......جس طرح تلوار کی مار تکلیف دہ ہوتی ہے۔

☆......اسی طرح سخت الفاظ کی مار بھی تکلیف دہ ہوتی ہے۔

☆......جس طرح ایک ہدیہ انسان کو خوش کر دیتا ہے۔

☆......اسی طرح میٹھی بات بھی انسان کو خوش کر دیتی ہے۔

☆......نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی آتی تھی، اسی دوران ایک دن جبرئیل علیہ السلام آئے، اور آپ کو نبیوں کی امامت کے لیے اور تمام انسانیت کی قیادت آپ کے حوالے کرنے کے لیے مکہ سے قدس تشریف لے گئے، پھر وہاں سے آسمان کی طرف لے گئے، ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف یہاں تک کہ ''سدرۃ المنتہیٰ'' تک پہنچ گئے، اور اس جگہ قدم رکھا، جہاں اس سے پہلے نہ تو کوئی پیغمبر پہنچا تھا اور نہ کوئی فرشتہ!

اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہر کوثر سے نوازا اور اس کا نام آپ سے وابستہ کر دیا۔

لیکن پھر بھی آپ کو بُری باتیں تکلیف دیتی تھیں، اور آپ پریشان ہو جاتے تھے اور پھر فطری طور پر آپ کے صحابہ کو بھی یہ باتیں ناگوار گزرتی تھیں اور وہ بھی پریشان ہو جاتے تھے۔

☆...... ہر بات کے دو حصے ہوتے ہیں:

ایک حصہ مضمون کا ہوتا ہے اور دوسرا حصہ اسلوب اور انداز کا۔

☆...... اگر تمہارے پاس مضمون اچھا ہے، تو اسے اپنے غلط انداز سے خراب نہ کر دو۔ اور یاد رکھو کہ جس نے "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى" کا نعرہ دیا تھا، کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں، اس کے پاس اللہ نے نبی بھیجا کہ وہ اس سے نرمی کے ساتھ بات کرے۔

☆...... اور اگر تمہارے پاس مضمون اچھا نہیں ہے، تو اس کو مزید خراب نہ کرو۔

خراب مضمون اور خراب اسلوب!

☆...... اپنی بات رکھنے سے پہلے اس کا ذائقہ محسوس کر لیا کرو۔ اگر وہ تمہیں میٹھی محسوس ہو، تو جان لو کہ وہ سب کے کانوں میں رس گھولے گی اور اگر وہ تمہیں کڑوی معلوم ہو، تو جان لو کہ وہ سب کے لیے کڑوی ہی ہو گی۔

☆...... حقیقت بیانی اس بات سے بے نیاز ہے کہ اس کے لیے گھٹیا الفاظ استعمال کیے جائیں اپنے اسلوب کو ہمیشہ اپنے مقصد کے تابع رکھو، نبی کی دعوت سے بڑھ کر دنیا میں کوئی حق بیانی نہیں ہو سکتی، اس کے باوجود رب نے ان سے فرمایا:

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۪ (آل عمران:۱۵۹)

"اگر تم سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ تمہارے آس پاس سے ہٹ کر تتر بتر ہو جاتے"

نفاق، سب سے خطرناک طرزِ عمل ہے

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ

وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا (النساء:۱۴۵)

"یقین جانو کہ منافق جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوں گے، اور ان کے لئے تم کوئی مددگار نہیں پاؤ گے"

☆......صریح کفر جھوٹے ایمان سے بہتر ہوتا ہے، اگرچہ دونوں ہی میں برائی ہی برائی ہے۔

☆......اگر نفاق صریح کفر سے بڑا گناہ نہ ہوتا تو اللہ رب

العزت منافقین کو جہنم کے سب سے زیادہ اور سخت عذاب والے حصے میں نہ رکھتا!

☆......اور یہ بات آیات کے سیاق سے با آسانی سمجھی جاسکتی ہے۔

☆......عربوں کے یہاں مکہ میں نفاق نہیں تھا، اور زیادہ مناسب الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اُنہوں نے کبھی نفاق کی عادت نہیں اختیار کی تھی۔

میری رائے میں اس کے دو اسباب تھے:

پہلا سبب:

قریش خالص عرب تھے، زبان کے اعتبار سے عرب کے سب سے فصیح لوگ، حجاز میں سب سے بہتر، اور اپنے حسب ونسب کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ اور خالص عربوں نے بہت بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کیا، لیکن بزدلی کبھی ان کو چھو کر بھی نہیں گزری، اور مدینہ میں نفاق اس وجہ سے سامنے آیا، کیوں کہ وہاں مختلف نسلوں اور مختلف مذاہب کے لوگ پائے جاتے تھے، اور ان سب کی الگ الگ سیاسی نسبتیں بھی تھیں۔

چنانچہ مدینہ ایک کھلا معاشرہ تھا، جہاں میل جول کے بھی خوب مواقع تھے اور خود کو منوانے اور پیش کرنے کے لیے جھگڑے بھی خوب تھے۔ اوس وخزرج اور یہود ونصاریٰ یہاں ایک دوسرے کے لیے بہت تنگی رکھتے تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ ایک زمانے تک آپس میں ایک دوسرے کے خلاف سیاست کرتے رہے، اور ظاہر سی بات ہے کہ عام سیاست تو ایک طرح کا نفاق ہی ہوتی ہے۔

یہ چیز قریش کے یہاں نہیں تھی، ان کے یہاں سیاسی استحکام پایا جاتا تھا، وہ اپنے

درمیان کے مستحق افراد میں قبیلے کے عہدے کو تقسیم کر دیا کرتے تھے، اس طرح قبیلے میں ہمیشہ اتحاد و اتفاق رہا، ان کے یہاں آپس کے جھگڑے بالکل نہیں ہوئے۔

دوسرا سبب:

میرا خیال ہے کہ یہ سبب بھی کم اہم نہیں ہے۔ مکہ میں اسلام کمزوری کی حالت میں تھا، مظلومیت کے حالات تھے، اور وہاں سیاسی اور مادّی غلبہ قریش کا تھا، لیکن مدینے پہنچتے ہی صورتحال تبدیل ہوگئی، اب اسلام ہی یہاں طاقت اور اقتدار میں تھا، اور مسلمان یہاں مکہ جیسی اقلیت میں نہیں تھے۔ اس لیے یہاں پر اہلِ اسلام کے علاوہ لوگوں کے سامنے دو ہی راستے تھے:

☆...... یا تو کھلم کھلا کفر کی عادت اختیار کی جائے اور معاشرے کے عام حالات کے خلاف کھڑا رہا جائے۔

☆...... یا پھر ایمان کا مظاہرہ کیا جائے، اور اندر اندر کفر کے لیے سرگرم رہا جائے۔

چنانچہ یہاں دوسرا راستہ اختیار کیا گیا، اقتدار کے خلاف کھڑے ہونے سے نقصان تھا، اور نفاق اختیار کرنے سے مفادات کا تحفظ ہو رہا تھا۔

☆...... یقیناً انسان جب ڈر اور خوف کی حالت میں ہوتا ہے، تو وہ اپنے دل کی بات چھپائے رہتا ہے اور اس کے برخلاف جا کر اپنا مؤقف ظاہر کرتا ہے۔

☆...... صحیح طرزِ عمل یہی ہے کہ اپنے عقیدے کو کھل کر اور صاف طور پر بیان کیا جائے۔

شریعت کے مقابلے میں قانون کی کوئی اہمیت نہیں

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰـھًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ سُبْحٰنَہٗ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ﴿۳۱﴾

(التوبة: ۳۱)

’’انہوں نے اللہ کے بجائے اپنے احبار (یعنی یہودی علماء) اور راہبوں (یعنی عیسائی درویشوں) کو خدا بنالیا ہے۔ اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ ان کو ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ان کے مشرکانہ باتوں سے بالکل پاک ہے۔

☆......عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے عیسائی تھے، وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک وفد کے ساتھ تشریف لائے، اس وقت اُن کی گردن میں چاندی کی ایک صلیب لٹکی ہوتی تھی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ

”انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے۔“

عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ نے کہا: ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے۔

نبی کریم ﷺ نے جواب دیا:

أليسوا يجعلون لكم الحلال حراما، والحرام حلالا فتطيعوهم؟

کیا وہ اپنی طرف سے حلال کو تم پر حرام نہیں کر دیتے اور اپنی طرف سے حرام کو تم پر حلال نہیں کر دیتے، پھر تم ان کی بات مان لیتے ہو؟!

عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: کیوں نہیں!

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

فتلك عبادتهم! (بمعناہ: جامع الترمذی:3095)

یہی ان کی عبادت کرنا ہے!

☆...... یہ قرآنی فرمان شرک کے دائرے کی وسعت کو بیان کرتا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کی وضاحت ہمیں بتاتی ہے کہ:

☆...... شرک کے جس پرانے تصور سے ہم واقف ہیں کہ بتوں کو بنا کر ان کی عبادت کی جائے اور ان کے سامنے دستِ سوال پھیلایا جائے، تو یہ شرک کی محض ایک قسم ہے، یہی پورا شرک نہیں ہے۔

☆...... یہ آیتِ مبارکہ اپنے اختصار کے باوجود اپنے معنی اور اپنی رہنمائی کے اعتبار سے بہت وسیع ہے، اس آیت مبارکہ سے درج ذیل اسباق ملتے ہیں:

پہلا سبق:

☆......ہم حق کے ذریعے عام انسانوں کو پہچانتے ہیں کہ وہ صحیح ہیں یا غلط، نہ کہ ان انسانوں کے ذریعے حق کو۔

☆......کوئی طریقہ صرف اس وجہ سے درست نہیں ہوسکتا کیونکہ ہمارے پسندیدہ لوگ اس پر عمل پیرا ہیں بلکہ وہی طریقہ درست ہوگا جو شریعت کے عین مطابق ہوگا۔

دوسرا سبق:

☆......اسلام شریعت سازی کے عمل میں کسی کی شراکت کو قبول نہیں کرتا۔

☆......اللہ نے نبی خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو ان کے ساتھ ایک مکمل دین بھی نازل فرمایا، جو آخرت کی بہتری کے لیے دنیوی امور میں رہنمائی کرتا ہے۔

☆......قرآن مجید ایک قانون پر مبنی کتاب ہے، تاکہ اس پر عمل کیا جائے، یہ اس لیے نہیں کہ:

☆......اس کو صرف مردوں پر پڑھا جائے۔

☆......اس سے صرف برکت حاصل کی جائے۔

☆...... یا اس کو صرف رمضان میں ختم کرلیا جائے۔

☆...... یہ ایک مکمل نظامِ حیات ہے، جو معاشرے کے ایک ایک گوشے سے متعلق ہماری بنیادی اور اصولی رہنمائی کرتا ہے۔

☆...... یہ ایک مکمل سیاسی نظام بتاتا ہے: جو حکمرانوں کی حدود طے کرتا ہے، انتخاب

حاکم کا طریقہ بیان کرتا ہے اور حاکم کی معزولی کا طریقہ بیان کرتا ہے۔

☆......اسی طرح یہ حاکم اور رعیت کی درمیان تعلق کی وضاحت کرتا ہے، یہ اُمتِ مسلمہ اور دوسری اقوام کے درمیان تعلقات طے کرتا ہے، اور دوسری اقوام سے معاملات کے سلسلہ میں رہنمائی کرتا ہے، کیونکہ یہ جانتا ہے کہ مسلمان الگ تھلگ ہوکر کسی جزیرے پر زندگی نہیں گزار سکتے۔

☆......قرآن مجید ایک معاشرتی نظام کا بھی ترجمان ہے: یہ ایک خاندانی نظام کو بیان کرتا ہے، پڑوسیوں سے تعلقات، راستوں کے حقوق، اور انسانوں کے باہمی حقوق کے سلسلہ میں رہنمائی کرتا ہے۔

☆......قرآن مجید ایک معاشی نظام بھی دیتا ہے: یہ سود کو حرام قرار دیتا ہے اور تجارت کو حلال قرار دیتا ہے۔ نظامِ وراثت کو منظم کرتا ہے، دولت کی تقسیم کے اصول دیتا ہے، بیت المال میں حاکم اور رعایا کے حق کی وضاحت کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ

☆......قرآن مجید سزاؤں کا بھی ایک نظام رکھتا ہے: سب سے پہلے تو یہ معافی کی ترغیب دیتا ہے، بہترین اخلاق کی تعلیم دیتا ہے، حرام کی طرف لے جانے والے راستے بند کردیتا ہے، پھر اس کے بعد سزائیں نافذ کرتا ہے، ہاتھ کاٹنے کی سزا، سنگسار کرنے کی سزا، کوڑے مارنے کی سزا، خلاصہ یہ ہوا کہ یہ ایک ایسا دین ہے جو معاشرے کی اصلاح کے لیے افراد پر سزائیں نافذ کرتا ہے۔

☆......اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کوئی بھی انسانی معاشرہ ایسا

نہیں ملے گا، جس کے پاس سزاؤں کا اپنا نظام نہ موجود ہو۔

تیسرا سبق:

☆......انسانی قانون کسی حرام کو حلال قرار دے دے تو بھی وہ حرام ہی رہتا ہے۔ اسی طرح اگر اس نے کسی حلال کو حرام قرار دے دیا تو بھی وہ حلال ہی رہے گا۔

☆......شریعت سازی کے معاملے میں کوئی شراکت قابل قبول نہیں ہے، اگر کسی کا شرعی طور پر کسی چیز پر حق نہیں بن رہا تھا، لیکن اس نے مروجہ قانون کی مدد سے وہ چیز حاصل کر لی، تو وہ قیامت کے روز چور کی حیثیت سے دربارِ خداوندی میں حاضر ہو گا۔

چوتھا سبق:

☆......اہلِ کتاب جن غلطیوں میں پڑ گئے، ان سے ہوشیار رہو!

☆......حرام وہی ہے جس کو شریعت حرام قرار دیتی ہے، نہ کہ وہ جسے ہمارے رہنما بغیر دلیل کے حرام قرار دے دیں۔

☆......حلال وہی ہے جس کو شریعت حلال قرار دیتی ہے، نہ کہ وہ جسے ہمارے بڑے بغیر دلیل کے حلال قرار دے دیں۔

☆......اہل علم کا احترام لازم ہے، لیکن اگر وہ گمراہ ہو جائیں تو گمراہی کے معاملات میں ان کی اتباع کرنے سے، کوئی اُن گناہوں کے بوجھ سے نہیں بچ سکے گا۔

دین پر سب کچھ قربان کرنے کا حوصلہ پیدا کریں

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿١٦﴾ (الكهف: ١٦)

’’اب جب کہ تم ان سے اور ان کے معبودانِ غیر اللہ سے بے تعلق ہو چکے ہو تو چلو اب فلاں غار میں چل کر پناہ لو۔ تمہارا رب تم پر اپنی رحمت کا دامن وسیع کرے گا اور تمہارے کام کے لیے سروسامان مہیا کر دے گا۔‘‘

☆......اس دین کا معاملہ بھی بہترین ہے، جب اس کے لیے انسانوں کے دل سخت ہو جاتے ہیں تو اللہ پہاڑوں کے دل اس کے لیے نرم کر دیتا ہے، جب دل پتھر کی طرح یا اس سے سخت ہو جاتے ہیں، تو اللہ پتھروں کو دل کی طرح یا اس سے بھی نرم بنا دیتا ہے۔

☆......غار والے نوجوانوں کو دیکھو!

☆......''خندق والوں'' کے سورہ بروج کے قصے میں راہب کو دیکھو!

☆......ہجرت کے سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھو!

☆......ان سب نے غاروں میں پناہ لی۔

☆......جب انسان اس دین کو رسوا کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں، تو اس دین کو چٹانوں کی پناہ اور گود مل جاتی ہے۔

☆......انسان کا دین جہاں ہوتا ہے، وہیں اس کا وطن بھی ہوتا ہے۔

☆......اگر وطن دین سے زیادہ قیمتی ہوتا، تو غار والے اپنا دین ترک کر دیتے اور اپنے شہر میں ہی سکونت اختیار کر لیتے۔

☆......اگر وطن دین سے زیادہ قیمتی ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ شہر کبھی نہیں چھوڑتے۔

☆......نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال دیکھو!

آپ ہجرت کے دن مکہ کے مضافات میں کھڑے تھے، آنکھوں سے آنسو رواں تھے، اور آپ فرما رہے تھے:

واللہ انک لأحب بلاد اللہ الیّ ولولا ان قومک اخرجونی ما خرجت

(بمعناہ: جامع الترمذی:3629)

خدا کی قسم، تم اللہ کے شہروں میں میرے نزدیک سب سے محبوب شہر ہو، اور اگر تمہاری قوم نے مجھے یہاں سے نہ نکالا ہوتا تو میں کبھی نہ جاتا!

☆......مکہ والوں نے آپ کو صرف اسی دین کی وجہ سے نکالا تھا، جس کے آپ علم برادر تھے۔ آپ کو ریاست وحکومت، مال و دولت، اچھی لڑکی سے رشتے، ہر طرح کی پیش کش کی گئی، اور آپ کا حال یہ تھا کہ، پوری مضبوطی کے ساتھ اپنے چچا جان سے فرمایا:

خدا کی قسم میرے چچا جان!

☆......اگر یہ میرے دائیں ہاتھ میں سورج رکھ دیں، اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں، تاکہ میں اس دین کو چھوڑ دوں، تو بھی میں اس دین کو نہیں چھوڑوں گا، یہاں تک کہ اللہ اس کو غالب کر دے، یا میں اس کی راہ میں شہید ہو جاؤں۔

(سیرت ابن ہشام:266/1)

☆......بہرحال جب لوگوں کے دل اس صادق و امین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے تنگ ہو گئے، اور غارِ ثور نے ان کے لیے اپنا دل کھول دیا۔

منزل کی طرف بڑھنا ہی سب سے اہم ہے

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝٤٤ (ھود: ۴۴)

’’حکم ہوا، اے زمین، اپنا سارا پانی نگل جا اور اے آسمان رُک جا، چنانچہ پانی زمین میں بیٹھ گیا، فیصلہ پورا کر دیا گیا، کشتی جودی پہاڑ پر ٹک گئی، اور کہہ دیا گیا کہ دُور ہوئی ظالموں کی قوم!‘‘

☆......اس آیت مبارکہ میں:

تاریخ کا مؤثر ترین مختصر واقعہ ہے، بیان کی مہارت اور ایجاز کا سحر ہے، پوری عربی زبان کا وہ انوکھا قصہ ہے، جس کے ہیبت ناک واقعات کو لکھتے ہوئے انسان ہکا بکا رہ جائے، آسمان سے لگا تار بارش برس رہی ہے، زمین مستقل پانی اُگل جارہی ہے، ایک کشتی جو صحرا میں بنائی گئی تھی، وہ پہاڑ جیسی موج پر تیر رہی ہے، اور ہر طرف پانی ہی پانی ہے، اس کشتی میں اس کائنات کا پورا مستقبل سوار ہے، چند ایمان والے اور ہر چیز کے دو دو جوڑے، تمام لوگ ڈوبے جارہے ہیں، کچھ ہی ہیں جو بچ سکے ہیں، پوری کائنات انسانوں کے کرتوتوں کے نتیجے میں پانی میں ڈوب رہی ہے۔

☆......ان تمام باتوں کو اگر تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہوتا تو یہ ہرگز کلام کا عیب نہ ہوتا! لیکن یہ قرآن مجید ہے!

اس میں اسی مہارت کے ساتھ قصے بیان ہوئے ہیں کہ اس کے کلام الٰہی ہونے میں کسی شک کی گنجائش باقی نہ رہے!

☆......قیل، فعل ماضی مجہول کا استعمال کیا گیا، یہ طاقت اور قوت کے اظہار کا وقت تھا، اسی طاقت اور قوت کے مالک کا حق تھا کہ واقعہ کے درمیان میں اس کا تذکرہ آجاتا، لیکن وہ اللہ ہے۔ اس عظیم حادثے کا تذکرہ، اس زبردست انتقام کا بیان، لیکن اپنی ذات کی طرف یہاں ایک اشارہ بھی نہیں۔

☆......اس کے یہاں یہ معاملہ ''ک'' اور ''نون'' سے زیادہ کا نہیں تھا۔

☆......اسی ''کُنْ'' کے حکم سے یہ کائنات پوری کی پوری ڈوب جائے گی۔

☆……اسی ''کُنْ'' کے حکم سے یہ کائنات پوری کی پوری سوکھ جائے گی!

☆……''وقُضی الامر''

ایک بار پھر زبردست اختصار!

اور اگر یہ جملہ نہ ہوتا تو بہت کچھ تفصیلات بیان کرنی پڑتیں، وہ تمام تفصیلات بیان کرنی پڑتیں جو فاتحین کو اپنی فتوحات کی داستان سنانے کے لیے بیان کرنی ہوتی ہیں، لیکن اللہ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کو سیلاب کی تفصیلات بیان کر کے اپنی قوت کے اظہار کی ضرورت ہی نہیں۔

☆……یہ قرآنی اسلوب ہے۔

☆…… یہ قرآن کے شایانِ شان نہیں کہ وہ کافروں کو دی گئی سزا کی تمام تفصیلات ذکر کرے، جس سزا کے کافر واقعی مستحق تھے،

☆……قرآن مجید تو ہمیں منزل کی طرف بڑھنا سکھاتا ہے

☆……اس راہ میں جو لوگ آتے ہیں، یہ محض ایک رکاوٹ ہوتے ہیں

☆……ہماری ذمہ داری ہے کہ ان کو راستے سے ہٹاتے ہوئے منزل کی طرف بڑھتے چلے جائیں۔

پانی بھی اللہ کی فوج کا حصہ ہے

وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

(الانبیاء:۷۷)

''اور اس قوم کے مقابلے میں اس کی مدد کی جس نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تھا۔ وہ بڑے بُرے لوگ تھے، پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔''

☆...... پیچھے یہ بات گزر چکی ہے کہ کوفی اور بصری نحوی حروف جر میں تناوب پر اتفاق رکھتے ہیں، یعنی وہ ایک حرف جر کی جگہ دوسرے حرف جر استعمال کرنے کے جواز کے قائل ہیں۔ کوفیوں کی رائے ہے کہ یہ حروفِ جر کی خصوصیت میں شامل ہے اور اس سے معنی میں کسی اضافے کی بھی شرط نہیں ہے۔ جب کہ بصریوں کی رائے میں اس سے معنی میں اضافہ ہو جاتا ہے، یہی سیبویہ کی بھی رائے ہے، اور یہی درست موقف ہے۔

☆...... مانا جاتا ہے کہ اس آیت میں بھی (نصر) کے

ساتھ (علی) آنا چاہیے تھا۔ جبکہ آیت میں (من) استعمال ہوا ہے۔

اس تناوب سے آیت کے معنی پر کیا فرق پڑتا ہے؟

☆...... یہ آیت حضرت نوح علیہ السلام سے متعلق ہے۔ قومِ نوح کی ہلاکت پانی میں ڈوب کر ہوئی تھی، اللہ نے ان کو کشتی بنانے کا حکم دیا تھا اور اس بات کا حکم دیا تھا کہ ہر مخلوق کے دو دو جوڑے کشتی میں ساتھ لے لیں۔

نصر بہ معنی فتح و غلبے کا لفظ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ میدان میں آمنے سامنے کا مقابلہ ہو، لیکن یہ تو ہوا نہیں تھا۔ (من) لانے سے اس کے معنی میں نجات کا مفہوم پیدا ہو گیا، یعنی مقابلہ جو بھی ہوا وہ قوم اور پانی کے درمیان ہوا، اور نوح وہاں سے نجات پا کر حفاظت کے ساتھ نکل آئے۔

☆...... پانی بھی اللہ کی فوج کا حصہ ہے، چنانچہ پانی نے اپنا کام کیا اور خوب کیا اور یہ پانی حضرت نوح علیہ السلام کی دُعا کی قبولیت کے نتیجے میں آیا تھا۔ اس طرح نوح علیہ السلام نتیجے میں شریک رہے، لیکن عملی طور پر ان کو نجات ملی۔

☆......اسی لیے اللہ نے خطاب کا اسلوب تبدیل کر دیا، اور نجات کا صیغہ استعمال کرنے کے بجائے نصرت کا صیغہ استعمال کیا اور ایک حرف جر کے بدلے دوسرا حرف جر لا کر ہمیں غور و فکر کا موقع دیا کہ

☆......نص قرآنی میں موجود معانی کی سحر انگیزی کا انکشاف کریں۔

رمضان المبارک کو
قیمتی بنانے کے لیے
آج ہی مطالعہ کریں

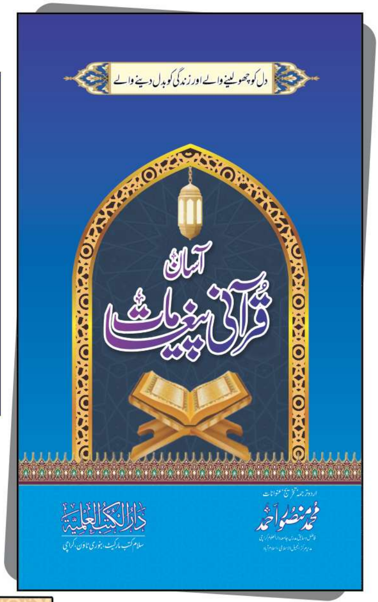

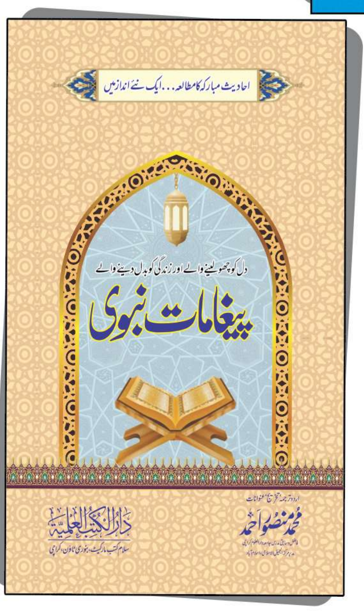

برائے حصولِ کتب

0312-2438530
0321-2277910